بیاد
فاتح دیوبندیت محدث اعظم
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
مولانا سردار احمد
جولائی 2024
برقی مجلہ
ضرب اہل سنت
جلد اوّل
شمارہ نمبر: 3
مدیر
علامہ نوریز نقشبندی
حضرت عائشہ کا انس و ناز
جمعرات کو روحوں کا گھر آنا
دفع غبار
بولتے حقائق
ہداتہ الامہ انٹرنیشنل

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

برقی مجلہ ضرب اہل سنت بر گردن اہل بدعت شمارہ نمبر 3

بیاد

فاتح دیوبندیت محدث اعظم

مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ

بدعا

مولانا اشتیاق الرحمٰن فاروقی

بطرز

قبلہ مناظر اسلام علامہ

ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ

مجلہ حاصل کرنے کے لئے وزٹ کریں islamimehfil.com

ناشر: تحریک ہدایۃ الامہ انٹرنیشل

فہرست مضامین

اداریہ مدیر کے قلم سے

قارئین ! کچھ عرصہ قبل ہم نے باطل نظریات کی روک تھام کے لئے اس ماہنامہ کا آغاز کیا تھا، جس کے دو شمارے ہی منظر عام پہ آسکے۔ بعد ازاں بندہ ناچیز کی مصروفیت سے یہ کام مزید آگے نہ چل سکا۔اس سلسلہ میں ہمارے مضامین نگار حضرات کے بہت سے مضامین ہمارے پاس جمع ہو چکے تھے۔ معاملات زندگی نے کچھ وقت دیا ہے تو ہم نے دوبارہ اس سلسلہ کا آغاز کیا ہے۔ پہلے تو ہم کچھ وقفے سے اس کے چند شمارہ جات منظر عام پہ لائیں گے۔ بعد ازاں ہر مہینے اس کا شمارہ شائع ہو گا۔ رسالہ میں عصر حاضر کے نظریات واہبیہ کی بیخ کنی کے ساتھ ساتھ سیاسی، معاشی اور معاشرتی امور کو بھی زیر بحث لایا جائے گا۔ لیکن ان موضوعات کا تعلق قارئین کی دلچسپی سے مشروط ہے۔ اس کے علاوہ ہم اس شمارے کے مختلف نمبر نکالیں گے، جس کی پہلی کڑی اگلا شمارہ ہو گا، جو کربلا نمبر کے عنوان سے منظر عام پہ آئے گا، جس میں واقعہ کربلا سے متعلقہ مختلف پہلووں پہ گفتگو رقم کی جائے گی۔ اس کے بعد امام اہلسنت نمبر اور میلاد نمبر اسی سلسلہ کی کڑیاں ہونگی۔ اس ماہنامے کا مقصد ہرگز کسی پہ کیچڑ اچھالنا نہیں ہے۔ ہمارا مقصد ملت اسلامیہ کے عقائد کا پرچار کرنا اور اس احسن انداز سے تحفظ کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں اگر کوئی جوابی کاروائی کرتا ہے تو وہ ہمارے لئے تب تک درخور اعتناء نہ ہو گی، جب تک وہ جواب کے قابل نہ ہو۔ محض لفاظی کی بنیاد پہ مبنی جواب کو ہم جواب ہرگز متصور نہ کریں گے۔ جہاں تک مضامین نگار حضرات کا تعلق ہے تو سردست ہم کوئی خاص ہئیت پہ مضامین قبول نہیں کر

رہے۔ مصنف کے انداز کو برقرار رکھا گیا ہے۔ لیکن آئندہ اس کی مخصوص ہئیت کا اعلان کر دیا جائے گا، جس کی پیروی مضمون نگار پہ لازم ہو گی۔

دوئم بہت سے احباب نے تحریری پیغامات بھی بجھواتے ہیں۔ ایسے احباب سے گزارش ہے اگر تحریر کچھ طویل اور مختلف مضامین پہ تبصرہ پر مشتمل ہو گی تو اسے ہم قارئین کے خطوط کے عنوان سے شائع کر سکتے ہیں۔ سوئم آئندہ شمارہ جات میں کچھ کتب پہ تبصرہ بھی شائع کیا جائے گا، مگر ادارہ کا مکمل کتاب سے متفق ہونا ضروری نہیں کیونکہ تبصرہ ہم سرسری مطالعہ کے بعد کرتے ہیں، اور جو حضرات اپنی کتب پہ تبصرہ شائع کروانا چاہتے ہوں وہ ادارہ کو پی ڈی ایف ارسال کریں، اور منکرین حدیث و قادیانت کے خلاف برسرپیکار حضرات کے مضامین چاہے وہ کسی مسلک سے تعلق رکھیں ادارہ شائع کرنے میں خوشی محسوس کرے گا مگر ان مضامین کا منہج اہلسنت کے مطابق ہو، کسی بھی مسلمہ عقیدے یا شخصیت کو مجروح کرتا مضمون ہر گز شائع نہ کیا جائے گا۔

ہمارا مقصد ہر گز کسی پہ کیچڑ اچھالنا نہیں بلکہ جو حضرات دن رات تفرقہ بازی میں مشغول ہیں اور طرح طرح کے ہے ہتھکنڈوں سے امت مسلمہ کے ایمان کا بیڑہ غرق کرنا چاہتے ہیں ان کے وساوس کا قلع قمع مقصود ہے۔ خدائے عزوجل سے دعا ہے کہ ہمیں اس مبارک مقصد میں کامیابیاں و کامرانیاں عطا کرے۔ آمین!

گلہائے عقیدت بارگاہ سرورِ کونین ﷺ

امام العاشقین حضرت خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم

بہر سو رقص بسمل بود شب جائیکہ من بودم

مجھے یقینی طور پر معلوم نہیں کہ وہ کونسا مقام تھا جہاں رات کے وقت میں گیا تھا۔ ہاں اتنا معلوم ہے کہ وہاں ہر طرف جاں شمار عاشقوں کا رقص ہو رہا تھا۔ رات جہاں میں گیا تھا۔

پری پیکر نگارے سروقدے لالہ رخسارے

سراپا آفت دل بود شب جائیکہ من بودم

ایک نہایت حسین و جمیل محبوب، دل آویز قد، نور برستا ہوا چہرہ دلکش مکھڑے والا وہاں تھا جہاں رات کے وقت میں گیا تھا۔

رقیباں گوش بر آواز او در ناز و من ترسان

سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائیکہ من بودم

دشمن اس محفل مبارکہ کی روئیداد معلوم کرنے کی گھات میں لگے ہوئے تھے، یعنی شیطان اس حقیقت کے معلوم کرنے کے درپے تھا، تاکہ راز فاش کر دے۔ دریں

صورت حال وہاں کچھ کہنا اور بولنا کس قدر مشکل تھا جہاں رات کے وقت میں گیا تھا۔

خدا خود میر محفل بود اندر لامکاں خسرو
محمد شمع محفل بود شب جائیکہ من بودم

اے خسرو اس واقعے کا ما حصل من، وہ مقام لا مکان تھا یعنی اللہ تعالی کے رہنے کی جگہ اس وقت خود رب تبارک و تعالیٰ اُس محفل کا صدر نشین تھا اور اس محفل کے منور کرنے والے شمع حضرت جناب روحی فداہ محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تھے جہاں رات کے وقت میں گیا۔

حضرت عبدالرحمن بن یسار (ابن ابی لیلیٰ) جو حضرت ابو بکر صدیق کے دور میں پیدا ھوئے یا 17 ھ میں پیدا ھوئے۔ وہ فرماتے ہیں :- شھدت موت عمر بن الخطاب فانکسفت الشمس یومئذ ۔(مجمع الزوائد: 14475. رواہ الطبرانی ورجالہ الثقات) یعنی جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی میں موجود تھا اسی دن سورج گرہن ھوا۔---------- فلکیاتی دنیا کے حسابات کے مطابق 23ھ (644ء) میں 5 نومبر بروز جمعہ کو سورج گرھن ھوا تھا۔ اس دن یعنی 5 نومبر 644ء کو 28 ذوالحجہ 23ھ کا دن بنتا ھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بدھ کی صبح قاتلانہ حملہ ھوا تھا اور آپ تین دن ژندہ رہے۔ پسبدھ جمعرات جمعہ کا دن گزرنے کے بعد غروب آفتاب کے بعد آپ کی وفات ھوئی جبکہ 29 ذوالحجۃ (ھفتہ) کی تاریخ شروع ھو چکی تھی۔ جو سال 23ھ کا آخری دن تھا۔ اور یکم محرم 24ھ (اتوار) میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تدفین ھوئی۔

فیضان فتاوی رضویۃ

سائنس کیسے مسلمان ہو گی؟

ترتیب وپیش کش: مولانا ریحان احمد ازہری

امام اہلسنت کی شخصیت محتاج دلیل نہیں۔آپ کی ذات بابرکات کی وسعت ذہنی اپنے ہم عصر حضرات سے فائق تھی۔ جس کا اندازہ آپ کے مندرجہ ذیل قول سے لگایا جا سکتا ہے۔آپ فرماتے ہیں:۔

سائنس یوں مسلمان نہ ہو گی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نُصُوص میں تاویلات دُور اَز کار (یعنی بے سروپا اور لا تعلق تاویلات) کرکے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔ یوں تو مَعَاذَ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہو گی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اُسے خلاف ہے سب میں مسئلۂ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائلِ سائنس کو مرْدُود و پامال کر دیا جائے جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اِثْبات ہو، سائنس کا اِبْطال و اِسکات ہو، یوں قابو میں آئے گی۔(فتاوٰی رضویہ، 227/27)

تبیان القران کی عبارت اور دیوبندی اعتراض

از: محترم صادق علی رضوی (نشر مقرر)

تبیان القران کی عبارت میں توہین آمیز کلمات بطورِ الزام کہنے والے پر مطلقاً کفر کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ یہاں ماقبل میں مذکور فنحاس یہودی کی مثال کو پیش نظر رکھتے ہوئے کلام کیا جارہا ہے۔ الزامی جواب میں بھی "غرض" کا اعتبار ہوتا ہے۔ اگر غرض مطابقِ شرع ہو تو الزامی جواب دینے والے پر کوئی حکم نہیں اور اگر غرض خود کفریہ ہو تب الزامی جواب دینے والے پر بھی حکمِ کفر و گستاخی لگتا ہے۔ چونکہ فنحاس یہودی نے جو الزامی جواب (اللہ فقیر ہے معاذاللہ) دیا تھا اُس کی غرض (اسلام کے نظامِ زکٰوۃ پر اعتراض کرنا) خود کفریہ تھی۔ اس لئے یہاں علامہ غلام رسول سعیدی نے الزامی جواب کو بھی اللہ کی ناراضگی کا موجب اور کفر بتاتے ہوئے فرمایا کہ (فنحاس یہودی کی طرح کفریہ غرض کے تحت) اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف کوئی ہتک آمیز جملہ خواہ بہ طریقِ الزام کہا جائے یا بہ طریقِ عقیدہ ہر طرح اللہ تعالی کی ناراضگی کا موجب ہے اور کفر ہے اس مقید حکم کو مطلق سمجھنا دیوبندیوں کی جہالت ہے۔ کیا دیوبندیوں کے نزدیک توہین آمیز کلمات بطورِ الزامی جواب کہنا گستاخی اور کفر ہوتا ہے ؟! اگر ہاں تو پھر خدا کو "احمق" کہنے والے مظہر جانِ جاناں اور بغیر اس کی تردید کئے اسے نقل کرنے والے تھانوی پر پہلے گستاخی اور کفر کا فتویٰ لگاؤ (ارواحِ ثلاثہ از تھانوی) پھر ہم سے آگے کی گفتگو کرنا۔ اگر نہیں تو پھر دیوبندی

اصول کے مطابق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو کافر و گستاخ کہنا صحیح نہیں۔ لہذا گھمن اینڈ کمپنی نے جو شور مچار کھا ہے کہ امام اہلسنت علیہ الرحمہ اللہ کی توہین کر کے اسلام سے خارج ہو گئے معاذ اللہ وہ ھباءً منثوراً ہوا۔ الحمد للہ

مناظرہ میں الزام مسلمات خصم سے دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو فقیر ماننا مسلمانوں کے مسلمات سے ہر گز نہیں کہ الزام کو مناظرہ کے اصطلاحی مفہوم میں لیا جائے یہاں الزام کا لفظ طعن و تمسخر کے مفہوم میں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کے نظریہ (مسلمات خصم) پر آنے والی قباحتوں کو بتایا تو اصلاحِ عقیدہ کی خاطر

میرے بعد یہی خلفاء ہوں گے

جب حضور خاتم النبین ﷺ نے مسجد قباء کی تعمیر شروع فرمائی تو سب سے پہلا پتھر رکھنے کے بعد ارشاد فرمایا: ☆... ''لِیَضَعْ اَبُوْ بَکْرٍ حَجَراً اِلٰی جَنْبِ حَجَرِیْ یعنی اب ابو بکر ایک پتھر میرے رکھے ہوئے پتھر کے قریب رکھیں۔'' ☆... پھر ارشاد فرمایا: ''لِیَضَعْ عُمَرُ حَجَراً اِلٰی جَنْبِ حَجَرِ اَبِیْ بَکْرٍ یعنی اب عمر ایک پتھر ابو بکر صدیق کے رکھے ہوئے پتھر کے قریب رکھیں۔'' ☆... پھر ارشاد فرمایا: ''لِیَضَعْ عُثْمَانُ حَجَرَہُ اِلٰی جَنْبِ حَجَرِ عُمَرَ یعنی اب عثمان ایک پتھر عمر فاروق کے رکھے ہوئے پتھر کے قریب رکھیں۔'' ... پھر ارشاد فرمایا: ''ھٰؤُلَاءِ الْخُلَفَاءُ بَعْدِیْ یعنی میرے بعد یہی خلفاء ہوں گے۔''

(تاریخ ابن عساکر، ج ۳۰، ص ۲۱۸۔۲۱۹، تاریخ الخلفاء، ص ۶)

ایں ہمہ خانہ خراب است

مفتی الطاف حسین تونسوی

قارئین! گرامی ابو ایوب دیوبندی کی جانب سے ایک کتاب بعنوان دست و گریباں شائع کی۔اس کے جواب میں اہلسنت کی جانب سے محمد ممتاز تیمور صاحب نے جوابی طور پہ قلم اٹھایااور دست و گریباں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ سے موسوم کتاب منظر عام پہ آئی۔اس کتاب نے دیوبندیت میں کافی بے چینی پھیلائی اور ساری دیوبندیت نے اکھٹاہو کر اس جواب ترتیب دینے سعی ناکام کی۔اس کے متعلق تفصیلی معروضات تو ہم کسی اور نشست کے لئے رکھ چھوڑتے ہیں، سرے دست ہمیں موصوف کی ایک تاویل کے متعلق اپنے ناظرین کی توجہ منعطف کرنی ہے۔ تیمور صاحب نے جوابی کاروائی میں عبید اللہ سندھی پہ دیوبندی فتاویٰ جات کا ذکر کیا تھا، جس کا جواب دیتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں:۔

؛حضرت علیہ الرحمہ ذہنی طور پر صحت مند نہ رہے تھے۔اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ چونکہ حضرت نے ایک لمبا عرصہ ملک بدر ہو کر صعوبتوں، پریشانیوں اور مشکلات میں گزارا جس کے سبب ان کے دماغ پر اثر ہو گیا اور وہ دماغی طور ہر صحت مند نہ رہے۔(دست و گریباں کی حقانیت ج1ص 211)

قارئین! عبید اللہ سندھی کے متعلق وکیل صفائی کے ریمارکس قابل غور

ہیں، موصوف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ سفری مشکلات کے سبب عبید اللہ سندھی پاگل ہو چکے ۔موصوف کے یہ جملے پڑھ کر معاذہن میں یہ جملہ گونجا کہ :۔

ع ایں ہمہ خانہ خراب است

جناب من ! یہاں سارے ہی اس کیفیت کے سے دو چار ہیں۔دیوبندیوں میں ذہنی مریضوں کی ہرگز کمی نہیں۔اس سلسلہ میں خانہ دیوبند کے چند مجنون حضرات کی نشاندہی کئے دیتے ہیں۔ابوالحسن ندوی اپنے ہم مسلک اور بانی تبلیغی جماعت کے بھائی محمد یحییٰ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

اس شدید علالت اور خاص طور پر دماغی کمزوری کی وجہ سے سلسلہ تعلیم منقطع ہو گیا۔ (حضرت مولانا الیاس اوران کی دینی دعوت ص 51)

ایسے ہی شورش کاشمیری کے متعلق دیوبندی لکھتے ہیں:۔

آج کل شورش صاحب ایسے وہم میں مبتلا ہیں، جس کا علاج کسی حکیم یا ڈاکٹر کے پاس موجود نہیں۔یہاں تک کہ وہ اب خود بھی نجی محفلوں ،جلسوں ،جہاد کانفرنسوں میں اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ روز،روز کے جلسوں اور جلوسوں نے مجھے پاگل کر دیا ہے۔ (مجلہ صفدر، خالد محمود نمبر ج1ص320)

دیوبندی شیخ الحدیث زکریا کاندھلوی لکھتے ہیں:۔

صفر 1357ھ ہجری میں ایک مرض کی وجہ سے چند روز کیلئے دماغی کام سے روک دیا گیا تو مجھے خیال ہوا کہ ان خالی ایام کو اس بابرکت مشغلہ میں گزار دوں"۔ (فضائل اعمال ص۸)

لیجئے ! دیوبند کے یہ شیخ الحدیث بھی دماغی کمزوری کا شکار ہوئے۔الغرض اس ساری بحث سے بتلانا یہ مقصود ہیکہ وکیل صفائی صاحب دیوبندی حضرات تو ویسے ہی اس

عارضہ کا شکار ہے۔اور پاگل خانہ دیوبند میں دماغی مریضوں کی ہر گز کمی نہیں،اس لئے یہ تاویل انتہائی بھونڈی ہے۔اس کی ایک اور دلیل یہ ہیکہ انور شاہ کاشمیری کے فتاویٰ جات تو پہلے کے ہیں،ایسے ہی زرولی نے بھی اس کیفیت سے آگاہ ہونے کے بعد عبیداللہ سندھی کو زندیق کہاہے،لہذا یہ تاویل سود مند نہیں۔

دیوبندیوں کو ثواب کمانے کے لیے ایک مشورہ

ایک دیوبندی کو پتہ نہیں کون سی خارش ہوئی اس نے تھانوی سے کہا
"میرے دل میں بار بار خیال آتا ہے کہ کاش میں عورت ہوتا
حضور کے نکاح میں " تھانوی نے کہا ثواب ملے گا۔"
(اشرف السوانح جدید ایڈیشن حصہ دوم صفحہ 64)

پس تھانوی جی نے کوا کھانیوں کے ثواب کمانے کا رستہ کھول دیا
کرنا کچھ بھی نہیں بس یہ سوچنا ہے کہ وہ تھانوی کے نکاح میں ہوتے
جو دیوبندی ثواب کمانا چاہتا ہے وہ ہاتھ کھڑا کرے...

جمعرات کو روحوں کا گھروں پر آنا

ترتیب: خلیل احمد رانا

باسمہٖ تعالیٰ

صلی اللہ علی حبیبہٖ سیّدنا محمد وآلہٖ وسلم

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ میرے ایک عزیز (جو اَب فوت ہو چکے ہیں) کہا کرتے تھے کہ بھائی جمعرات کے دن یہ گدا گر جو دکانوں اور مکانوں پر مانگتے وقت کہتے ہیں "جمعرات"

، تو اس سے کیا مراد ہے؟ اس کے علاوہ کہا کرتے تھے کہ تم اہل سنت جمعرات کے دن فوت شدگان کے لئے خیرات کرتے ہو، تم جمعراتی ہو۔

فقیر نے انہیں کہا کہ بھائی لیلۃ الجمعۃ یعنی جمعہ کی رات کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔

(سنن ترمذی، کتاب الجنائز، حدیث نمبر ۱۰۷۴۔ مسند احمد بن حنبل، باب مسند عبداللہ بن عمرو، حدیث ۶۵۸۲۔ سنن الکبریٰ بیہقی، حدیث ۱۰۵، ۶۵۱۸۔)

میں نے کتابوں میں ایک حدیث پڑھی ہے:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۱۱ھ) اپنی کتاب "الدرر الحسان فی البعث والنعیم والجنان" میں لکھتے ہیں:

"وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما اذا کان یوم العید و یوم العشر و یوم

الجمعة الاولیٰ من شھر رجب و لیلة النصف من شعبان ولیلة الجمعة یخرج الاموات من قبورھم ویقفون علی ابواب بیوتھم ویقولون ترحموا علینا فی ھذہ اللیلة بصدقة ولوبلقمة من خبز فانامحتاجون الیھا ،فان لم یجدوا شیئا یرجعوا بالحسرة ‘‘۔

(امام جلال الدین سیوطی ،الدرر الحسان فی البعث والنعیم والجنان، مطبوعہ دارالامین قاہرہ ۱۹۹۳ء، ص۳۳)

ترجمہ۔’’ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب عید کا دن ہو، یاعاشوراکی رات، یاجمعہ کا روز، یارجب کی پہلی جمعرات، یانصف شعبان کی رات، تو فوت شدگان اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اوراپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہوکر کہتے ہیں کہ اس رات ہم پر رحم کرو، صدقہ یاناداروں کوروٹی کا لقمہ دے کر، ہم اس ثواب کے محتاج ہیں، اگرنہ پائیں تو محروم و غمزدہ اور نااُمید ہوکرلوٹتے ہیں‘‘۔

یہ روایت لکھنے والے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟

انور شاہ کشمیری سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند ’’فیض الباری علی صحیح البخاری‘‘میں لکھتے ہیں:

’’ ویمکن عندی رؤیة ﷺ یقظة لمن رزقه الله سبحانه کما نقل عن السیوطی رحمه الله تعالیٰ انه رآہ ﷺ اثنین و عشرین مرة وسأ له عن احادیث ثم صححھا بعد تصحیحه ﷺ ‘‘

ترجمہ۔اور میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا جاگتے ہوئے بیداری کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھنا ممکن ہے جس کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے، جیسا کہ سیوطی رحمۃاللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بائیس مرتبہ دیکھا اور حضور ﷺ سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا، پھر حضور ﷺ کی تصحیح کے بعد سیوطی رحمۃاللہ علیہ نے ان کو صحیح کرلیا"۔

(فیض الباری علی صحیح البخاری"، الجزء الاوّل، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۵ء، ص ۲۹۲)

امام عبدالرحیم بن احمد القاضی اللخمی البیسانی العسقلانی فلسطینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۹۶ھ، خیر الدین زرکلی، الاعلام، جلد ۳، ص ۳۴۶) اپنی کتاب "دقائق الاخبار فی ذکرالجنۃ والنار" میں نقل کرتے ہیں:

" وعن ابن عباس رضی الله عنهما اذا كان يوم العيد و يوم العشر و يوم الجمعة الاولیٰ من شهر رجب و ليلة النصف من شعبان وليلة الجمعة يخرج الاموات من قبورهم ويقفون على ابواب بيوتهم ويقولون ترحموا علينا فی هذه الليلة المباركة هل من احد يترحم علينا هلمن احد يذكر غربتنا يا من سكن دارنا و يا من نكح نساءنا و يا من اقام فی واسع قصورنا ونحن الآن فی ضيق قبورو يا من قسم اموالنا و يا من استذل ايتامنا هل من كم احد يذكر غربتنا و صحفنا مطوية وكتابكم منشور و ليس للميت فی اللحد ثواب فلا تنسونا بكسرة من خبزكم ودعائكم فانا محتاجون اليكم

ابدا فان وجد المیت من الصدقة والدعاء منهم رجع فرحا مسرورا و ان لم

یجد رجع محزونا و محروما ''۔

(دقائق الاخبار فی ذکر الجنة والنار'' مطبوعہ مکتبہ الحرمین سورا بایا(انڈونیشیا)

۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء، ص۱۸،۱۹)

ترجمہ۔ ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب عید کا دن ہو، یا عاشورا کی رات، یا جمعہ کا روز، یا رجب کی پہلی جمعرات، یا نصف شعبان کی رات، تو فوت شدگان اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اور اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ اس رات ہم پر رحم کرو، صدقہ یا ناداروں کو روٹی کا لقمہ دے کر ، ہم اس ثواب کے محتاج ہیں، اگر تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تو اس شب مبارکہ میں دو رکعت لے (ایصال ثواب) سے ہی ہمیں یاد کر لو، کیا ہے کوئی تم میں جو ہمیں یاد کرے ، کیا ہے کوئی تم میں جو ہم پر رحم کھائے، کیا ہے کوئی تم میں جو ہماری غربت میں ہمیں یاد کرے ، اے وہ شخص جس نے ہمارے گھر میں سکونت کی ، اے وہ شخص جس نے ہماری عورتوں سے نکاح کیا، اے وہ شخص جس نے ہمارے کشادہ محلوں میں قیام کیا، اور ہم اپنی تنگ قبروں میں ہیں، اے وہ جس نے ہمارے اموال کو تقسیم کیا، اے وہ جس نے ہماری اولاد کو خوار کیا، کیا ہے کوئی تم میں سے جو ہماری غربت اور محتاجی میں سوچ کرے، اور اب ہمارے اعمال نامے لپیٹے جا چکے ہیں اور تمہارے اعمال نامے کھولے ہوئے ہیں، اور میت کے لئے (اپنے عمل کا) ثواب منقطع ہو چکا ہے، تم صدقہ اور دعا کے وقت ہمیں مت بھولو، پس اگر فوت شدگان ان سے صدقہ یا دعا پا لیتے ہیں تو خوشی و مسرت سے واپس لوٹتے ہیں اور اگر نہ پائیں تو محروم و غمزدہ اور نااُمید ہو کر لوٹتے ہیں''۔

شیخ عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۵۸ھ) لکھتے ہیں:

"دربعض روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانۂ خود را شب جمعہ

پس نظر میکند کہ تصدق میکنند از وی یا نہ۔ واللہ اعلم"

ترجمہ۔ بعض روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ میت کی روح شب جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے کوئی صدقہ کرتا ہے یا نہیں۔ واللہ اعلم۔

(اشعۃ اللمعات (فارسی)، جلد اوّل، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۱۸۷۳ء، ص ۶۳۴)

یہی بات شیخ محقق عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری تصنیف "لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح" میں لکھی:

"وقد جاء فی بعض الروایات ان روح المیت تاتی دارہ لیلۃ الجمعۃ

فینظر ھل یتصدق لاجلہ، واللہ اعلم"۔

(لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، جلد الرابع، مطبوعہ دار النوادر بیروت ۲۰۱۴ء، ص ۲۱۸)

دیوبندی مولوی احمد حسین مبارکپوری اور مولوی محمد عیسیٰ خلیفہ اشرف علی تھانوی نے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی کتاب "شرح الصدور" کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا:

میت کی روح اپنے گھر آکر ایصال ثوب کی التجاء کرتی ہے

"روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی اُمت کے واسطے تحفہ بھیجو، ہم نے پوچھا یا رسول اللہ ہم کیا تحفہ بھیجیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا مومنوں کی ارواح جمعہ کی رات کو آسمان سے دنیا کی طرف آتی ہیں اور اپنے مکان کے مقابل کھڑے ہو کر ہر ایک روح غمگیں آواز سے پکارتی ہے، اے

میرے گھر والو، اے میرے خاندان والو! اے میرے قرابت والو مہربانی کر کے ہم کو کچھ دو، اللہ تم پر رحم کرے اور ہم کو یاد رکھو اور مت بھولو، ہم قید خانہ میں ہیں اور بہت غم میں مبتلا ہیں، پس ہم پر رحم کرو، اللہ تم پر رحم کرے، اور نہ بند رکھو ہم سے اپنی دعا اور صدقہ کو اور تسبیح کو، شاید اللہ رحم کرے ہم پر، قبل اس کے کہ تم بھی ہمارے مثل ہو جائو، افسوس ہائے شرمندگی، اے اللہ کے بندو ہمارا کلام سنو اور ہم کو نہ بھولو، تم جانتے ہو کہ یہ مکان جو آج تمہارے قبضہ میں ہے، کل کے دن ہمارے قبضہ میں تھا اور ہم اللہ کی راہ میں کچھ خرچ نہ کرتے تھے، اور اللہ کی راہ میں کچھ نہ دیتے تھے، پس وہ مال ہم پر بلا ہو گیا اور دوسرے لوگ اس سے نفع لیتے ہیں، اور اس کا حساب وعذاب ہم پر ہوتا ہے، پھر آپ نے فرمایا ہر ایک روح ہزار بار مردوں اور عورتوں کو پکارتی ہے کہ مہربانی کرو ہم پر درہم سے یا روٹی کے ٹکڑے سے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا روئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہم لوگ بھی روئے"۔

(نور الصدور فی شرح القبور، مطبوعہ دار امعارف ملتان ۲۰۰۱ء، ص ۲۸۳)

مشہور غیر مقلد مولوی حافظ محمد لکھوی (متوفی ۱۸۹۳ء) اپنی مشہور پنجابی تصنیف "انواع بارک اللہ" میں لکھتے ہیں:

رات جمعہ شب عید عاشورا بھی شبقدر براتاں
میت آون طرف گھرا ندی کردی زاری باتاں
جے صدقہ دین تا کرن دعائیں راضی ہوندے جاون
نہ تا رُو بددعائیں دیون بہتا غصہ کھاون

نفل فضائل اندر جائز عمل ضعیف روایت
ایہ وچ درالمختار ہدایہ انہاں شرح ہدایت
(مولوی محمد لکھوی، انواع بارک اللہ (منظوم پنجابی)، مطبوعہ لاہور، ص ۲۶۷)

ترجمہ۔جمعہ کی رات، شبِ عید، عاشورا، شب قدر اور شب برأت، میت فریاد وزاری کرتے ہوئے اپنے گھر کی طرف آتی ہیں، اگر گھر والے اُن کے ایصال ثواب کے لئے صدقہ دیں تو دعائیں دیتی ہوئیں راضی خوشی واپس جاتی ہیں، ورنہ رُو کر بددعائیں دیتی ہیں اور غصہ کرتی ہیں، فضائل میں ضعیف روایت پر عمل کرنا جائز ہے، دُرالمختار اور ہدایہ (فقہ کی کتابیں) میں یہ بات لکھی ہے۔

اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں ''ضعیف حدیث پر فضائل اعمال کے متعلق عمل کرنے سے کوئی حرج نہیں، مگر کہ وہ حدیث بہت ہی ضعیف ہو''۔

یہی مولوی محمد لکھوی اپنی دوسری کتاب ''احوال الآخرت''(پنجابی منظوم) میں لکھتے ہیں:

رات جمعہ دی مغرب پچھے ہک روایت آئی
آون روح گھر اپنے خویشاں یا جتھ ہے آشنائی
باہر گھروں کھلوتے ویکھن کم جو دنیا کردے
آکھن کدی تے اسیں بھی وخت انیویں ہی بھردے
اجے بھی تساں نہ غفلت چھوڑی مویاں ویکھ اسانوں
کھٹیا اساں حساب بھی بھریا آیا کم تسانوں

ہن اسیں ہوئے محتاج کما کے چھوڑ وڑیو وچ قبراں

کچھ دیہو اساں اللہ دے کارن لیو غریباں خبراں

منتاں عاجزیاں کر منگن روون کر کر زاری

جے کوئی پڑھ کر بخشے یا کجھ دیوے چیز پیاری

ترجمہ۔ایک روایت آئی ہے کہ جمعرات کو مغرب کے بعد روحیں اپنے گھر خویش واقارب یا جہاں آشنائی یعنی تعلق ہو، وہاں آتی ہیں، گھر کے باہر کھڑے ہو کر دنیا کے کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، اور کہتی ہیں کبھی ہم بھی اسی طرح وقت گزارتے تھے، ہمارے مرنے کو دیکھ کر ابھی بھی تم نے غفلت نہ چھوڑی، ہم نے دنیا میں جو کمایا، اس کا حساب بھی دیا، لیکن وہ تمہارے کام آیا، اَب ہم محتاج ہو گئے اور کمائی کو چھوڑ کر قبروں میں چلے گئے، اللہ کے لئے ہمارے لئے کچھ صدقہ دو اور ہم غریبوں کی خبر لو، منتیں اور عاجزی سے رُو رُو کر فریاد کرتے ہیں کہ ہمیں کچھ پڑھ کر بخشو، یا اپنی کوئی پیاری چیز کا ہمارے لئے صدقہ کرو۔

(احوال الآخرت، مطبوعہ لاہور، ص ۱۷)

لاالہ الا اللہ

خودی نے دی ہے اذاں لاالہ الا اللہ
خودی کا نور نشاں لا الہ الا اللہ
خودی سے خود ہے عیاں لاالہ الا اللہ
"خودی کا سرِّ نہاں لاالہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لاالہ الا اللہ"

وقار و عزت و تکریم کی تلاش میں ہے
کسی وسیلۂ ترحیم کی تلاش میں ہے
دوبارہ پھر اُسی تعظیم کی تلاش میں ہے
"یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لاالہ الا اللہ"

بسایا سر میں نشاط و سرور کا سودا
عجیب تو نے کیا رنگ و نور کا سودا
دکانِ جہل پہ علم و شعور کا سودا؟
"کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا
فریبِ سود و زیاں لاالہ الا اللہ"

نظر ستاروں پہ رکھ کے جو ڈالتے تھے کمند
تھا چرخ منزلِ مقصود، ارادے جن کے بلند
صد حیف! آج مگر اُن کو فقط آئے پسند

"یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لا الہ الا اللہ"

ہے رزمِ کذب و صداقت میں کشمکش جاری
اُدھر ہے لشکرِ اعدا کی پوری تیاری
اِدھر مجاہدِ ملت کی مت گئی ماری

"خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زنّاری
نہ ہے زماں نہ مکاں لاالہ الا اللہ"

یہ نغمہ آپ ہی اک درس، آپ ہی اک پند
یہ نغمہ نفس کا ہر اک مٹادے چھند و فند
یہ نغمہ دیتا ہے بے ساز بھی سدا آنند

"یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ"

چھپی ہوئی ہے جہالت دلوں میں، سینوں میں
خبر ہے عقل کے اندھے ہیں سامعینوں میں
چھٹے گی گردِ کدورت نہ یہ مہینوں میں

"اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الہ الا اللہ"

تضمین نگار

ابوالمیزاب محمد اویس آبؔ رضوی، کراچی/پاکستان

دفع غبار از جہادِ صحابہ کبار

ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

۱۔ حقیقتِ فرار: کسی جنگ میں اصطلاحی معنوں میں فرار ہونا صحابہ کرام میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہیں ہے۔ اگر بعض کے بارے میں کہیں بظاہر ایسا لفظ ملتا ہے تو اس میں بھی اصطلاحی فرار کی حقیقت بالکل نہیں پائی جاتی۔...اس حقیقت کی وضاحت یہ ہے کہ پہلے پہل یعنی غزوہ بدر تک ایک مسلمان کو دس کافروں کا مقابلہ کرنے کا حکم تھا پھر اس کے بعد تخفیف فرمائی گئی اور ایک مسلمان کو دو کافروں کا مقابلہ کرنے کا حکم ملا۔..." اگر تم میں بیس صبر والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں ایک سو ہوں تو کافروں کے ایک ہزار پر غالب آئیں گے اس لئے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے۔ اب اللہ نے تم پر سے تخفیف فرمائی اور اسے علم ہے کہ تم کمزور ہو تو اگر تم میں ایک سو صبر والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں ایک ہزار ہوں تو دو ہزار پر غالب ہوں گے اللہ کے حکم سے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" (سورۃ الانفال: ۶۵-۶۶)

...دشمن کی مجوزہ تعداد سے زیادہ تعداد کے مقابلہ میں برقرار نہ رہنا اصطلاحی فرار کے زمرے میں نہیں آتا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: من فر من ثلاثۃ فلم یفر ومن اثنین فقد فر (تفسیر معالم التنزیل) جو تین کے سامنے

سے فرار ہوا، وہ فرار نہیں ہوا، اور جو دو کے مقابلے میں فرار ہوا، وہ فرار ہوا۔ خود مخالفین صحابہ کی تفسیر صافی اور تفسیر عیاشی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ : من فر من رجلین فی القتال من الزحف فقد فر من الزحف ومن فر من ثلاثة رجال فی القتال من الزحف فلم یفر۔ یعنی جو قتال میں دو کے مقابلہ سے بھاگا وہ بھگوڑا ہے مگر جو تین کے مقابلہ سے بھاگ گیا وہ بھگوڑا نہیں ہے۔ باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ : "پس حق تعالیٰ بر ایشاں تفضل نمود...وا گر دشمن زیادہ از دو برابر باشند، مخیر باشند در میان ایستادن و گریختن... پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر یہ تفضل فرمایا ہے کہ ...اور اگر دشمن دو گنا سے بھی زیادہ تعداد میں ہو تو تمہیں اختیار ہے کہ کھڑے رہو یا بھاگ جاؤ۔ (حیات القلوب ۸۷۴:۳) پس یہ بھاگنا فرار نہیں بلکہ تفضل ہے۔

غزوہ بدر میں ۳۱۳ مسلمان بمقابلہ ۹۵۰ کفار، یہاں ایک نسبت تین تھی۔ غزوہ احد میں ۷۰۰ مسلمان بمقابلہ ۳۲۰۰ کفار، یہاں ایک نسبت پانچ تھی...جو اپنے سے تین گنا دشمن کے مقابلہ سے الگ ہوا، پیچھے ہٹا، پسپا ہوا، اور وہ اسی قتال میں یا اگلے قتال میں تازہ دم مقابلہ کے لئے آیا تو ایسے افراد کا بظاہر فرار بھی حقیقت میں فرار نہیں۔ کیا دیکھتے نہیں کہ انہی صحابہ نے اور ان کے شاگردوں نے آدھی دنیا فتح کر دی، یہ فتوحات معترضین کے باپ دادوں نے تو نہیں کی تھیں۔... حقیقی فرار میں دشمن کی تعداد اور فرار کا مآل بھی اہمیت رکھتا ہے، حقیقی فرار سے صحابہ محفوظ رہے۔... مشکوٰۃ: ۳۹۵۸ میں ہے کہ صحابہ کرام نے ایک جنگ کے بعد عرض کی کہ ہم فرار کرنے والے ہیں، اس پر سرکار ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اَلعَکَّارُون ہو۔ (جو بھاگ کر میری پناہ تلاش کرتے ہو اور پھر لڑتے ہو)۔ یہ روایت ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل کے علاوہ طبرسی شیعہ نے بھی تفسیر مجمع البیان ۴۴۵ میں لکھی ہے۔... تو سرکار ﷺ کی طرف سے دفاع کے بعد اب کسی

اور کو کیا حق ہے کہ صحابہ کرام پر طعن کرے۔اور اللہ کے پیارے نبی موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: ففررتُ منکم لما خفتُکم۔(سورۃ الشعراء:۲۱)۔عام مترجمین نے ترجمہ کیا کہ ''جب میں تم سے ڈرا تو پھر میں تم سے بھاگ گیا''۔ہمارے اعلیٰحضرت نے ترجمہ فرمایا کہ :''تو میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جب کہ تم سے ڈرا''۔

۲۔شکست نہیں تھی بلکہ چکر تھا: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے جنگ حنین کے ایسے موقع کا ذکر کیا تو فرمایا: فلما التقینا کانت للمسلمین جَولۃٌ۔(مشکوۃ)۔جب ہمارا مقابلہ ہوا تو مسلمانوں کو چکر آ گیا۔یہ جولۃ کا لفظ چکر اور گردش کا ہم معنی ہے۔چکر میں ایک حصہ جانے کا ہوتا ہے تو دوسرا حصہ واپسی کا ہوتا ہے۔اری الصحابی کرہ لھم لفظ الھزیمۃ فکنی عنہا بالجولۃ۔علامہ علی قاری کی مرقاۃ میں علامہ تورپشتی سے منقول کہ صحابی نے ان کے لئے ہزیمت و شکست کا لفظ بولنا پسند نہ کرتے ہوئے اسے جولہ (چکر) کے لفظ سے تعبیر کیا۔

...علماء کرام نے لکھا ہے کہ من قال النبی ﷺ ھزم یستتاب فان تاب والا قتل۔جس نے کہا کہ نبی ﷺ نے شکست کھائی تو اس کو توبہ کرائی جائے، اگر توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے۔(الشفاء، المواہب اللدنیہ، زرقانی، تاریخ الخمیس، الاعلام بقواطع الاسلام)

...الغرض صحابہ کرام کیلئے فرار اور شکست کے صریح الفاظ خطرناک نتائج کی طرف لے جاتے ہیں۔کیونکہ فوج کی فتح و شکست سالار کی فتح و شکست شمار ہوتی ہے۔

۳۔زلت (لغزش، پھسلنا) اور عفو (معاف کرنا، مٹا دینا) کے الفاظ: جنگ احد کے دن بعض صحابہ کرام کا میدان چھوڑنا ایک لغزش تھا جسے اللہ نے معاف فرما دیا۔سورۃ آل عمران میں ہے۔آیت ۱۵۵: ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم

الشیطان ببعض ما کسبوا ولقد عفا ﷲ عنھم ان اللہ غفور حلیم۔ بے شک وہ جو تم میں سے (میدانِ جنگ سے) پھر گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں، اُنہیں شیطان ہی نے لغزش دی ان (میں سے بعض) کے اعمال کے باعث، اور بے شک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا، بے شک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔... اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو زَلت اور لغزش قرار دیا اور پھر اس لغزش کو بھی معاف کر دیا اور مٹا دیا۔... لبید بن عامری نے کہا تھا: عفت الدیار محلھا فمقامھا۔ بستیاں مٹ گئیں اور محلات بھی مٹ گئے اور مقام رہ گئے۔... اب کسی ڈھکوسلہ باز ڈھکو کا معافی تسلیم کرنے کے بعد بھی اسے صحابہ پر کلنک کا ٹیکہ کہنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اسے نہ فرار کی حقیقت معلوم ہے نہ زلت کا معنیٰ آتا ہے اور نہ ہی عفو کی حقیقت سمجھتا ہے۔ س نے یہ لحاظ بھی نہ کیا کہ عفا اللہ کے لفظ جو یہاں صحابہ کرام کیلئے آئے ہیں یہی سورۃ توبہ: 43 میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی آئے ہیں۔ عفا ﷲ عنك لم اذنت لھم۔ یہ الفاظ طعن کا باعث نہیں بلکہ فضیلت کا باعث ہیں]]]

۴۔ جنگی چال کیلئے بھاگنا یا اپنی پناہ کی طرف بھاگنا اصطلاحی فرار سے خارج ہے:

۔ سورۃ الانفال: ۱۵۔۱۶ میں ہے: اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہارا سامنا ہو فلا تولوہم الادبار (تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو)۔ ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الیٰ فئۃ (اور کسی جنگی چال کیلئے یا اپنی جماعت سے ملنے کیلئے پھرنے والوں کے سوا جو اُن سے پیٹھ پھیرے گا) تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانہ جہنم اور بری جگہ پلٹنا ہے۔... جنگ احد میں پہاڑ کی طرف رخ کرنے والے صحابہ اسی استثناء کے تحت آتے ہیں۔ وہ حضور ﷺ کی خاطر یہ تگ ودو کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق جنگ سے پلٹے تو آپ ﷺ کے پاس سب سے پہلے پہنچے۔ کنتُ اول من فاء الیٰ

رسول اللہ ﷺ یوم احد (المطالب العالیہ:۱۷ ۴۲ ۴)۔حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سرکارﷺ کی شہادت کا سن کر ہتھیار پھینک کر کچھ مسلمانوں کے ساتھ بیٹھ گئے حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالی عنہ پاس سے گزرے تو پوچھا کیوں بیٹھے ہو؟ کہا کہ رسول اللہﷺ کی شہادت کی خبر نے بٹھا دیا۔(سیرت ابن ہشام ، دلائل النبوۃ بیھقی)۔(ابوہشام الرفاعی ضعیف راوی کی روایت ہے کہ)حضرت عمر پہاڑ پر مثل اَروٰی چڑھتے ہوئے کہتے جارہے تھے کہ جس نے کہا کہ محمدﷺ قتل ہوگئے تو میں اسے قتل کروں گا۔ والناس یقولون قتل محمدﷺ فقلت لا اجد احدا یقول قتل محمد الا قتلتہ حتی اجتمعنا علی الجبل۔ کنزالعمال:۴۲۹۱(تفسیر ابن جریر)۔پہاڑ پر چڑھنا سرکارﷺ کی تلاش میں تھا۔ بہرحال وہ پہاڑ پر چڑھنے کے بعد ادھر ادھر دیکھنے کے قابل ہوئے اور پھر آپﷺ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔

... یہاں نواب محسن الملک کی کتاب آیات بینات کے جواب میں لکھی گئی کتاب آیات محکمات اور مولانا کرم الدین دبیر کی آفتاب ہدایت کے جواب میں لکھی گئی تجلیات صداقت کے مصنفین نے مسند امام احمد بن حنبل پر بہت بڑا جھوٹ بولا ہے:..."شیخین احد میں بھاگے ، حضرت عمر اپنے آنسو پونچھتے تھے اور حضرت علی سے معافی چاہتے تھے۔ حضرت علی نے فرمایا: آیا تم نے یہ ندا نہیں دی تھی کہ محمد قتل ہوگئے ہیں، پس اپنے دین کی طرف پلٹ جاؤ۔انہوں نے جواب دیا کہ یہ ابو بکر نے کہا تھا"...۔(آیات محکمات ۲:۳۱۶،سید امیر حسن۔ تجلیات صداقت :۴۹۔۵۰، محمد حسین نجفی ڈھکوآف سرگودھا)۔... جو لوگ مسند احمد جیسی متداول کتاب پر جھوٹ بولتے ہیں تو غیر معروف کتابوں سے کیا سلوک کرتے ہوں گے ؟

کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

۵۔ حضرت عثمان پر میدان احد چھوڑنے کا اعتراض: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ پر تین اعتراض ہوئے۔احد کے دن میدان چھوڑ گئے۔ بدر میں شامل نہ ہوئے۔ بیعت رضوان میں موجود نہ تھے۔آپ نے فرمایا: جہاں تک احد کے دن فرار کا تعلق ہے تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے ان کو معاف فرما دیا۔ بدر کے دن وہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی تیمار داری پر مامور تھے اور ان کو بدریوں میں شمار کر کے رسول اللہ ﷺ نے حصہ دیا۔اور بیعت رضوان میں وہ رسول اللہ ﷺ کے سفیر بن کر مکہ گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے بائیں مبارک ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کا ہاتھ قرار دے کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی بیعت لی تھی۔اذهب بها الآن معك۔اس وضاحت کے ساتھ اب تم جا سکتے ہو۔(مشکوۃ، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان: ۶۰۸۰)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے قاتلوں کے سامنے فرمایا: فانه اذنب يوم التقى الجمعان ذنبا عظيما فعفا الله عنه واذنب فيكم ذنبا دون ذلك فقتلتموه۔اس سے دو لشکروں کے مقابلہ کے دن بظاہر بہت بڑا گناہ ہوا تھا (جسے قرآن نے زلت یعنی پھسلنے سے تعبیر فرمایا) تو اللہ نے اسے معاف فرما دیا اور تمہارے درمیان اس سے بھی کمتر درجہ کی لغزش ہوئی تو تم نے اسے قتل کر دیا۔(خصائص علی، امام نسائی بسند ضعیف)۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا فلیف یعیرنی بذنب قد عفا اللہ عنہ (مجمع الزوائد: ۱۴۵۱۴) وہ مجھے اس ذنب (لغزش) سے کیسے عار دلاتے ہیں جو بلاشبہ اللہ بھی معاف فرما چکا ہے۔...

حافظ ابن حجر نے المطالب العالیہ: ۴۲۶۰ میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے آیت آل عمران: ۱۵۵ پڑھی اور فرمایا: والذین تولوا عند جولة الناس عثمان بن عفان وسعید بن عثمان الزرقی واخوہ عقبة بن عثمان حتیٰ بلغوا جبلا بناحیة المدینة یقال له الجلعب ببطن الاعوص فاقاموا به ثلاثا فزعموا انهم لما رجعوا الیٰ رسول اللہ ﷺ قال لقد ذهبتم فیها عریضة۔ وہ جو لوگوں کو جولہ (چکر) آنے کے وقت پھرے وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت سعید بن عثمان الزرقی رضی اللہ تعالی عنہ اوران کے بھائی حضرت عقبہ بن عثمان رضی اللہ تعالی عنہ تھے جو مدینہ کے نواحی پہاڑ جلعب تک جا پہنچے جو بطنِ اعوص میں ہے، وہ وہاں تین (ساعت یادن) رہے۔ پھرانہوں نے کہا کہ انہوں نے رجوع کیا، واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق تم دور سے ہوآئے ہو۔... یہاں تین ساعت مراد ہے، تین دن سمجھنا درست نہیں ۔... کیونکہ غزوہ احد نصف شوال بروز ہفتہ تھا(سیرت ابن ہشام)۔ سولہ شوال کی رات گزری تو صبح اتوار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ حمراء الاسد کیلئے کوچ فرمایا، حمراء الاسد کی طرف جانے سے پہلے اتوار کی صبح حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی سفارش پر معاویہ بن مغیرہ بن ابوالعاص کو تین دن کیلئے رہنے کی مہلت دی تھی مگر وہ مہلت گزرنے کے بعد بھی وہ واپس نہ گیا تھا تو قتل کیا گیا۔ (سیرت ابن ہشام، حیات القلوب باقر مجلسی، ج۲: ص ۹۹۲۔ ۹۹۳)...اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ جنگ کے خاتمہ پر میدان احد میں واپس پہنچ گئے تھے۔ ورنہ اگلی صبح اس سفارش کا کیا مطلب ؟...اور مزید یہ کہ: "بعض روایات میں ہے کہ عثمان اپنے دو یاروں (سعد اور عقبہ) کے ساتھ میدان جنگ سے باہر نکل گیا اور یہ تینوں راستہ بھول گئے"۔(شیعہ کتاب، کلید مناظرہ: ۲۰۲)...نہ فرار میں حقیقت شرعی

موجود، نہ زلت اور لغزش میں نافرمانی کی حقیقت موجود اور اللہ کی طرف سے معاف کرنے اور مٹادینے کے بعد اہل مطاعن کیلئے پیچھے کیا رہ جاتا ہے۔

تفسیر کبیر میں امام رازی نے سورۃ آل عمران: ۱۵۹،۱۵۵ میں بغیر سند مذکور ہے کہ حضرت عثمان کی اہلیہ (حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہ بنت رسول اللہ ﷺ) نے پوچھا کہ: ما فعل ابن عفان؟ اما واللہ لا تجدونہ امام القوم؟ ابن عفان رضی اللہ تعالی عنہ نے کیا کیا ہے قسم بخدا لوگوں کے سامنے (آنے سے کترا رہے ہیں، ایسی جگہ) تم ان کو نہ دیکھو گے۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: الا ان عثمان فضح الزمان الیوم۔ فقال علیہ السلام مہ ... اعیانی ازواج الاخوات ان یتحابوا۔ سنو آج عثمان رضی اللہ تعالی عنہ ایک لغزش سے لوگوں کے زیرِ الزام ہے۔ تو سرکار ﷺ نے فرمایا: ایسے نہ کہو۔ میں ہم زلفوں کو باہم محبت کی نصیحت سے تھک گیا ہوں۔ دوسری جگہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہ کے استفسار آپ نے حضرت عثمان کی تنقیص کی تو آپ ﷺ نے یہ آخری جملہ ارشاد فرمایا... بہر حال یہ روایت بھی اس بات کی نفی کر رہی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ تین دن جلعب پہاڑ پر رہے۔... نیز یہ بھی واضح ہوا کہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ پر اس اعتراض کو محبت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے منافی قرار دیا اور آپ ﷺ کو یہ بات حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی زبان سے بھی اچھی نہ لگی، چہ جائیکہ ایک غیر صحابی حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالی عنہ کے خلاف یہ اعتراض زبان پر لائے۔

۶۔ حضرت علی اور جنگ احد: صحیح بخاری میں روایت ہے کہ لم یبق مع النبی ﷺ ... غیر طلحۃ وسعد۔ ان ایام قتال میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت طلحہ اور حضرت سعد کے سوا کوئی نہ تھا۔ (بخاری:، کتاب

المغازی، باب اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا۔ رقم: ۴۰۶۱، ۴۰۶۰)۔والرسول یدعوکم فی اخراکم ،اور (بھگدڑ کے بعد) رسول تمہیں پیچھے سے پکار رہا تھا... باقر مجلسی کی بحار الانوار ۲۳۷: ۲۰ ،اور چودہ ستارے ص۶۷ (نجم الحسن کراروی) میں ہے کہ اسی جنگ میں رسول کو "نادعلیا" (پکار علی کو) کا حکم بھی ملا۔ پس رسول نے جہاں دوسروں کو پکارا وہاں حضرت علی کو بالخصوص نام لے کر پکارا۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجودگی والی روایات بعد کی ہوئیں۔ مسند ابو یعلیٰ اور اسد الغابہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ احد کے دن جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہٹ گئے تو میں نے مقتولین میں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پایا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالی عنہ (بابِ مدینۃ العلم نے قیاس کرتے ہوئے اپنے آپ سے) کہا قسم بخدا فرار ہونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان نہیں اور شہداء میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے نظر نہیں آئے بلکہ ہمارے کئے سے ہم پر اللہ ناراض ہو گیا ہے اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوپر اٹھالیا۔ تو اب میرے لئے خیر اسی میں ہے کہ قتال کرتے ہوئے شہید ہو جاؤں... جن کی زبان سے خلفاء ثلاثہ محفوظ نہ رہے انہوں نے حضرت علی کے متعلق بھی لکھا کہ جب ابوسفیان اعل ہبل کے نعرے لگا رہا تھا اور جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو دندان مبارک شہید ہو چکے تو تب حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھ کر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یا علی این کُنتَ؟ فقال یا رسول اللہ لزقتُ بالارض۔ فقال ذاک الظن بک۔ اے علی کہاں تھے تم؟۔ مولا علی نے عرض کی: یارسول اللہ میں زمین پر لیٹ گیا تھا۔ فرمایا میرا بھی تیرے متعلق یہی گمان تھا۔ (تفسیر عیاشی۔ ۱۵۴: ۳۔ بحار الانوار، باقر مجلسی، ۹۱: ۲۰، تفسیر البرہان ۲۲۲: ۱، ہاشم البحرانی)۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ مقتولوں اور زخمیوں کے درمیان لیٹے ہوئے اکیلے شخص کو دشمن نقصان بھی پہنچا سکتا تھا تو اس لئے بھی انہیں پکارنا پڑا... اور جگہ لکھا ہے کہ: رای

النبی ﷺ اختلاج ساقیہ من کثرۃ القتال۔ حضرت نظر کرد بہ پاہائے امیر المؤمنین و دید کہ از بسیاری قتال وجدال می لرزید۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے پاؤں کو دیکھا تو بسیار جدال و قتال کے سبب لرز رہے تھے۔ (یعنی آپ کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں) (تفسیر صافی: سورۃ آل عمران: ۱۴۴۔ کافی کلینی، بحار الانوار، حیات القلوب، ج۴ ص ۹۵۲) معاذاللہ... اللہ جھوٹوں کو ہدایت دے۔

۷۔ غزوہ حنین کے دن کا چکر:۔ غزوہ حنین کے دن بعض صحابہ اپنی کثرت پر اترائے تو اللہ نے ان پر زمین تنگ فرمائی۔ ثم ولیتم مدبرین۔ پھر تم پیٹھ پھیرے ہوئے واپس لوٹے۔ (التوبۃ: ۲۵)۔ پھر اللہ نے اپنے رسول اور ایمان والوں پر تسکین اتاری۔... دس ہزار مہاجرین و انصار (مکہ فتح کرنے والے قدسی) اور دو ہزار نو مسلم (طلقاء) اور بعض مشرک بھی اس جنگ میں شامل تھے، فخر کر بیٹھے تو اللہ نے تادیب فرمائی اور اس لئے یہ لمحاتی پسپائی ہوئی، اس دوران بھی ۱۰۰ صحابہ کرام آپ ﷺ کے ساتھ رہے، ۳۳ مہاجر اور باقی انصار (کتاب المغازی، واقدی، ۹۰۰:۳)۔ دشمن پہلے بھاگا پھر مسلمان مال غنیمت پر متوجہ ہوئے تو دشمن نے تیر اندازی شروع کی (بخاری)۔ پسپا ہونے والے حضرت عباس کی آواز پر ایسے مڑے جیسے گائے اپنے بچوں کی طرف لپکتی، عطفۃ البقر علیٰ اولادھا۔ وہ یالبیک یالبیک کہتے ہوئے دوڑے آرہے تھے۔ (مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوہ حنین)... حضرت ابو قتادہ فرماتے ہیں حنین کے سال جب مسلمانوں کو جولہ (چکر) آیا... آگے ایک روایت میں ہے کہ میری حضرت عمر بن الخطاب سے ملاقات ہوئی ، حضرت عمر نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا: امر اللہ۔ (مسلم، کتاب الجہاد والسیر، رقم: ۴۵۶۸)۔... مگر دوسری روایت میں ہے کہ... حضرت ابو قتادہ بھاگتے لوگوں میں شامل ہوئے۔ پھر حضرت عمر بن خطاب کو لوگوں میں ملے اور پوچھا کہ

لوگوں کو کیا ہو گیا؟ فرمایا: اللہ کا امر۔ (بخاری ۴۳۲۲)۔ پس یہاں روایت مضطرب ہو گئی کہ حضرت عمر نے امر اللہ کہا یا حضرت ابو قتادہ نے امر اللہ کہا۔ اس مضطرب المتن روایت میں مدلس راوی (یحیٰی بن سعید) کا عنعنہ بھی موجود ہے، اسلئے کسی طعن کا دار و مدار اس روایت پر نہیں رکھا جا سکتا۔۔۔۔ بہر حال حنین میں بھاگنا غرور ختم کرنے کیلئے بامر الٰہی ہوا۔ اور واپسی حضرت عباس کے پکارنے سے سکینہ الٰہی نازل ہونے کے بعد ہوئی۔ یہ ایک چکر تھا۔ یہ اچانک بھگدڑ غیر ارادی عارضی اور لمحاتی تھی۔ پھر غزوہ حنین کو ان ہی صحابہ کرام نے بالآخر فتح کیا۔

۸۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جرات مندی، عشق رسول اور ان کے قصاص کی اہمیت: سرکار ﷺ نے حضرت خراش بن امیہ الخزاعی کو اہل مکہ کے پاس پیغام دے کر بھیجا تو قریش آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے تو آپ واپس بھاگ آئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار قریش کے پاس مکہ بھیجا کہ ہم عمرہ کرنے آئے ہیں نہ کہ جنگ۔ خطرہ جان کے باوجود حضرت عثمان بے چوں وچرا چل پڑے، کافروں نے انہیں عمرہ کرنے کی پیشکش کی تو آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بغیر عمرہ نہیں کروں گا، کافروں کو برا لگا تو انہوں نے قید کر لیا، افواہ اڑی کہ عثمان قتل کر دیے گئے تو سرکار ﷺ نے بدلہ لینے کیلئے بیعت لی کہ فرار نہیں ہو گے اور موت تک لڑو گے۔ یہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک درخت کے نیچے بیعت لی گئی۔ آخر میں آپ ﷺ نے اپنے ایک دستِ مبارک کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے کر فرمایا: ھذہ ید عثمان وانا ابایع لعثمان۔ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور میں عثمان سے بیعت لیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے خوشخبری سنائی۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونك تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبهم فانزل السکینة علیهم۔ (سورۃ الفتح: ۱۸)۔ بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے

جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ کو (پہلے سے) معلوم تھا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ تو اللہ نے ان پر (دل کا) سکون نازل فرمادیا۔...ناصبی کہتے ہیں کہ جب خون عثمان کا بدلہ لینے موقع آیا تو حضرت علی نے بیعت رضوان کا وعدہ بھلادیا اور وہ اور ان کے ساتھی بیعتِ رضوان کے ناکثین ہیں (شمائل علی: ٦٠) معاذاللہ۔ حالانکہ حضرت علی یہ کہتے تھے کہ پہلے میری بیعت کرو پھر خون عثمان کا قصاص لینا ممکن ہوگا کیونکہ قاتلین عثمان ابھی تک غالب تھے۔ اس موقع پر حضرت علی کا رسول اللہ مٹانے سے انکار اور حضرت عمر کا بظاہر کمزور شرطوں پر بے چینی کا اظہار ان کا مقام ناز پر ہونا ظاہر کرتی ہیں جبکہ حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان بھی محبوب تھے مگر ان پر اس وقت بھی نیاز مندی کا غلبہ ہی رہا۔

۹۔ عمرو بن عبد ود سے جنگ خندق میں مقابلہ اور مبازرہ حیدری کی ایک روایت :۔ غزوہ خندق (غزوہ احزاب) ہیں مشرکین قریش اور دیگر قبائل کے دس لاکھ افراد کا لشکر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا تو حملہ شمالی طرف سے ہو سکتا تھا کہ اس طرف خندق کھود دی گئی جس میں سب صحابہ کرام اور خود رسول اللہ ﷺ نے حصہ لیا۔ اور تیر اندازی سے دشمن کو دور رکھا جاتا۔ ایک دن کچھ مشرک گھوڑوں سے خندق عبور کرآئے جن عمرو ابن عبدوُد جیسا اسی نوے سالہ جہاندیدہ طاقتور جرنیل بھی شامل تھا جس نے حضرت علی سے مقابلہ کیا اور موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ نادان دوستوں نے یہاں حضرت علی کی بہادری کو بھی دھوکہ پر مبنی بتایا۔ چنانچہ لکھاہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے عمرو بن عبدود سے فرمایا کہ تم فارسِ عرب ہوتے ہوئے بھی اپنی مدد کے لئے ایک مددگار اپنے پیچھے لائے ہو، اس نے پیچھے دیکھا تو حضرت علی نے جلدی سے اسکی پنڈلیوں پر وار کردیا بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے بھی پوچھا: یا علی! ماکرتہ؟ قال نعم یارسول اللہ

الحرب خدیعہ۔ سرکار ﷺ نے پوچھا کہ اے علی! تم نے اُسے دھوکہ دیا؟ عرض کی: یارسول اللہ! جنگ ایک دھوکہ ہے۔(البحار الانوار ۲۲:۲۰، تفسیر صافی، تفسیر قمی، سورۃالاحزاب)۔اس موقع پر ایک روایت ملتی ہے کہ ۔لمبارزۃ علی لعمرو ابن عبد وُد افضل من اعمال امتی الیٰ یوم القیامۃ۔

اس کی سند کے متعلق عرض ہے کہ ۔۔اتحاف المہرۃ:۱۶۰۹۸میں حافظ ابن حجر عسقلانی اسے موضوع کہا ہے۔ مستدرک کی تلخیص میں ذہبی نے لکھا: قبح اللہ رافضیا افتراہ۔اللہ اس رافضی کا برا کرے جس نے یہ جھوٹ گھڑا۔... کنزالعمال: ۳۳۰۳۵ میں بھی ذہبی کا یہی تبصرہ منقول ہے۔... البانی نے السلسلۃ الاحادیث الضعیفہ: ۴۰۰ میں اس روایت کے راوی احمد بن عیسیٰ الخشاب بتنیس کو کذاب لکھاہے۔کئی نقادین کی اس راوی پر جرح موجود ہے۔اس کے علاوہ بہز بن حکیم بھی مختلف فیہ راوی ہے۔

سند پر کلام پیش ہو چکا، متن کو متکلمین نے مؤول قرار دیا...چنانچہ علامہ ایجی نے مواقف میں اور علامہ جرجانی نے شرح مواقف میں شیعوں کے استدلال نقل کرتے ہوئے یہ بے سند روایت بھی لکھی کہ :۔لضربۃ علی افضل من عبادۃ الثقلین...اور پھر آگے ان سب باتوں کا ایک فقرے میں جواب لکھا کہ :والجواب عن الکل انہ یدل علی الفضیلۃ واما الافضلیۃ فلا۔سب دلیلوں کا جواب یہ ہے کہ یہ فضیلت پر دال ہیں ،رہ گئی افضیلت تو اس کی یہ دلیل نہیں بن سکتیں... علامہ تفتازانی نے ایسی دلیلوں کا جواب شرح المقاصد ۲:۳۰۱ میں یوں لکھا:انہ لا یدل علی الافضلیۃ بمعنی زیادۃ الثوابوالکرامۃ عند اللہ۔

بفرض تسلیم اس کمزور روایت کا مفہوم یہ بنتاہے کہ حضرت علی کی عمرو ابن عبدود سے مبارزت کا عمل میری امت کے قیامت تک کے سب اعمال سے (جزوی طور پر)

افضل ہے (یعنی برتری کا کوئی پہلو موجود ہے)۔... فضائل میں ضعیف قبول کرنے والے بھی اثباتِ افضیلت کیلئے ضعیف قبول نہیں کرتے۔اس مبارزت کے بعد جب حضرت علی واپس آئے تو حضرت ابو بکر و حضرت عمر نے اٹھ کر حضرت علی کی پیشانی مبارک کا بوسہ لیا۔(چودہ ستارے، از نجم الحسن کراروی شیعہ : ص ۱۷ بحوالہ معارج النبوۃ وروضۃ الصفاء)۔

اثبات افضیلت کیلئے ایک دلیل سب امت پر ایمان ابو بکر کے وزنی ہونے کی فاروقی روایت ہے جو موقوفا صحیح ہے اور جو مسئلہ قیاسی نہ ہونے کی وجہ سے حکما مرفوع بھی ہے۔ لو وزن ایمان ابی بکر بایمان اھل الارض لرجح بھم۔ مسند اسحاق بن راہویہ، شعب الایمان بیہقی وغیرہ (تزک مرتضوی: ص ۱۶۔۱۷)...

غزوہ احزاب (خندق) میں اللہ تعالیٰ نے آندھی اور فرشتوں سے غیبی مدد فرمائی: فارسلنا علیھم ریحا وجنودا لم تروھا (سورۃ الاحزاب: ۹) تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے۔ وکفی اللہ المومنین القتال (سورۃ الاحزاب: ۲۵)۔اور مسلمانوں کو لڑائی سے کفایت فرمادی۔...عباد بن یعقوب رافضی نے فضل بن قاسم غیر معروف سے روایت کی ہے کہ :کفی اللہ المؤمنین القتال (بعلی)۔(میزان الاعتدال ،راوی : ۴۱۴۹۔عباد بن یعقوب مجروح راوی ہے: یاسین قاذری نے افضیلت علی، ص ۲۶۳ پر میزان الاعتدال کا حوالہ دیا جہاں عباد بن یعقوب اور فضل بن قاسم پر مبینہ جرح بھی لکھی تھی۔ع۔چہ دلاور است دزدے کہ بہ کف چراغ دارد۔چور کتنا دلیر ہے کہ ہتھیلی پر چراغ بھی خود ہی اٹھار کھا ہے)۔

۱۰۔فتح خیبر مولا علی مشکل کشا کی قسمت میں لکھا تھا: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا تو حضرت ابو بکرؓ جھنڈا تھام کر میدان میں

اترے۔فانصرف ولم یفتح لہ۔آپ بغیر فتح کے واپس آئے۔اگلے دن حضرت عمر جھنڈا پکڑ کر نکلے فرجع ولم یفتح لہ۔وہ بھی بغیر فتح کے واپس لوٹے۔لوگوں کو اس دن بڑی شدت وجہد کا سامنا رہا۔پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کل جھنڈا اسے دوں گا جو اللہ ورسول کا محب ہے یا محبوب ہے بے فتح کئے نہ لوٹے گا۔ہم پر سکون سوئے کہ کل ضرور فتح ہو گی اگلی صبح سرکار ﷺ نے بعد نماز صبح جھنڈا پکڑا اور مولا علی کو بلایا،وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے،ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور جھنڈا عطا فرمایا۔اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح دی۔(فضائل صحابہ احمد بن حنبل:۱۰۰۹،خصائص علی،نسائی:۱۵)...ایسے محب جسے تکلیف چشم تھی مگر فراق رسول نے مدینہ میں چین سے نہ رہنے دیا اور خیبر پہنچ گئے اور جنگ کی اور خیبر کا دروازہ اٹھایا۔اس دروازے کو بعد میں ۴۰ بندوں بمشکل اٹھایا(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۲۱۳۹)۔پس عام بشری قوتوں کی بجائے حضرت علی نے کراماتی قوتوں سے خیبر فتح کیا...ما قلعت باب خیبر بقوۃ جسمانیۃ لکن بقوۃ الھیۃ...یہ جملہ بھی علامہ ایجی اور علامہ جرجانی نے شیعہ کے استدلالات نقل کرتے ہوئے لکھا،آگے ان سب باتوں کا ایک ہی فقرے میں جواب لکھا کہ:والجواب عن الکل انہ یدل علی الفضیلۃ واما الافضلیۃ فلا۔سب دلیلوں کا جواب یہ ہے کہ یہ فضیلت پر دال ہیں،رہ گئی افضیلت تو اس کی یہ دلیل نہیں بن سکتیں(المواقف وشرح المواقف)۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں دروازہ اکھاڑنے والی روایات کے متعلق لکھا کہ:"ہمہ ایں روایات واہی ست وانکار کردہ اند بعضے از علماء آنرا...ولیکن مشہور ست ودر کتب احادیث مذکور ومسطور"(مدارج النبوۃ ج ۲)۔

شیخ نے آگے معارج سے ایک عجیب حکایت لکھی کہ جب دروازہ ۴۰ نفر نہ اٹھا سکے تو حضرت علی شگفتہ خاطر ہوئے اور اپنی قوت وشوکت پر نازاں ہوئے تو جبرئیل علیہ

السلام آئے اور عرض کی کہ اے محمد ﷺ علی کو کہو کہ جا کر وہ دروازہ دوبارہ اٹھاؤ، پھر حضرت امیر گئے اور ہر چند کوشش واہتمام کیا مگر اسے ہلا بھی نہ سکے۔ جبرئیل نے کہا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے تا کہ علی جان لے کہ "آں او نبود مابودیم" (وہ وہ نہ تھا، ہم تھے)۔

(ایک تفضیلی "مولوی محمد صالح کشفی ترمذی حنفی" نے کتاب مناقب مرتضوی کے باب ۷ کے آخر میں حضرت علی کی بشری قوت صرف اتنی بتائی کہ افطار کے وقت روٹی کے خشک ٹکڑے پر تین بار زور آزمائی کی اور توڑ نہ سکے۔ معاذ للہ)

....بہر حال... محب و محبوب بھی ہونا اور فاتح خیبر بھی ہونا۔ یہ شان حضرت علی کو ملی ہے ۔اور محب و محبوب ہونا اور قتال مرتدین بھی کرنا تو یہ حضرت ابو بکر کی شان ہے (سورۃ المائدہ: ۵۴)

....یہودی اہل کتاب کا مرکز خیبر تھا اور یہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے ہاتھوں تباہ ہونا تھا اور عیسائی اہل کتاب کے قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے لشکروں نے جنگی جوہر دکھانے تھے۔اللہ اپنے فضل سے جسے چاہے نوازے۔

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے؟ شہر قیصر کا جو تھا وہ ہے کیا سر، کس نے؟

۱۱۔غزوہ تبوک میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے سب سے زیادہ جہاد بالمال کیا۔(ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور گیارہ ہزار دینار پیش کئے)۔ مُجَہِّزِ جَیشِ عُسرت کہلائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے آدھا مال پیش کیا مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ گھر میں صرف اللہ و رسول کو چھوڑ کر سارا مال لائے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی مالی پوزیشن کمزور تھی اس لئے جہاد بالمال میں حصہ لینا ممکن نہ تھا۔اس جنگ میں نبی کریم ﷺ حضرت علی مرتضیٰ کو مدینہ منورہ میں اپنے اہل و عیال میں اپنا نائب بنا کر

تشریف لے گئے اور اس استخلاف میں حضرت علی کی اپنے سے وہ نسبت بتائی جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے مابین تھی جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے تھے۔ حضور ﷺ تبوک میں تقریباً مہینہ بھر رہے اور کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ نادان دوستوں نے حضرت علی کا غزوہ تبوک میں حصہ ڈالنے کیلئے ایک روایت گھڑ لی۔ چنانچہ ۱۸۹۲ء میں مرزا محمد بیگ نقشبندی دہلوی نے شاہ محمد غوث گوالیاری کی جواہر خمسہ کا ترجمہ چھاپا تو آخر میں اپنے ضمیمہ میں لکھا کہ غزوہ تبوک میں جب لشکر اسلام کو شکست ہونے لگی اور سرور کائنات ﷺ مغموم ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام نادِ علی لے کر نازل ہوئے، تین بار پڑھی تو حضرت علی نے آکر دشمنوں کو بھگا دیا۔ (ص ۴۵۱۔ ۴۵۲)۔ یہاں سے یہ کہانی شمع شبستان رضا میں نقل ہوئی۔... تتبع کیا گیا تو یہ کہانی پہلے سے شیعہ ہاشم بحرانی (م ۱۱۰۹ھ) کی کتاب مدینۃ العاجز (ج ۲ ص ۹۔ ۱۰) میں ملی۔... کون پوچھے کہ غزوہ تبوک میں تو کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ تو حضرت علی کو کیوں پکارا گیا؟ شیخ محقق نے بھی جنگ احد میں بظاہر نادِ علی کا قصہ ذکر کر کے لکھا کہ "در کتبِ حدیث ہیچ ذکرِ آں نکردہ اند" (حدیث کی کتابوں میں کسی نے اس کا ذکر تک نہیں کیا)۔ (مدارج النبوۃ۔ ج ۲ ص ۱۲۲)۔ علامہ عجلونی نے کشف الخفاء میں اور علامہ علی قاری نے موضوعات کبیر میں ناد علیا کو مفتریات شیعہ سے شمار کیا ہے۔ حضور غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے "درود تاج پر اعتراضات کے جوابات" لکھتے ہوئے نزول نادِ علی کے قصہ کو من گھڑت لکھا البتہ ناد علی کو بعض صالحین کے اوراد میں شامل بتایا۔ (ص ۶۵)...

۱۲۔ بعض کفار قریش سے پناہ ملنا ہمنوائی نہیں بلکہ رکھ رکھاؤ تھا۔ چنانچہ طائف سے مکہ واپسی پر مطعم بن عدی نے نے اپنے طور پر رسول اللہ ﷺ کو پناہ دی۔ ابو سفیان نے مطعم سے پوچھا: امجیر او تابع قال لا بل مجیر (تاریخ ابن کثیر ۱۶۹: ۳)۔ ابو جہل نے

پوچھا: ابا وھب امجیر ام صابی؟قال بل مجیر (بحارالانوار مجلسی ج ۱۹ص ۸) یعنی ابوجہل اور ابوسفیان نے مطعم بن عدی سے پوچھا کہ پناہ دینے والے ہو یا پیروی کرنے والے ہو۔ کہا بلکہ پناہ دینے والا ہوں ... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو ابن الدغنہ نے ہجرت حبشہ سے روکا کہ تم غریبوں کے مددگار اور حق کے طرفدار ہو صلہ رحمی اور مہمان نوازی کرتے ہو تم نہ جاؤ تمھیں میں نے پناہ دی (بخاری: ۳۹۰۵)۔اور سابق حلیف عاص بن وائل نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ

کو پناہ دی (۔ صحیح بخاری: ۳۸۷۴)۔...جب ہمہ وقتی مشکل حالات پیدا ہو چکے ہوں تو کسی کی ایسی پناہ کو عارضی طور پر قبول کر لینا شجاعت کے منافی نہیں ہے۔

۱۳۔جنگ احد میں بھگدڑ کے بعد حضرت عمر اور ان کے ساتھیوں نے قریش کے اس دستے کو بھگایا جو رسول اللہ کی طرف حملہ کرنے پہاڑ پر چڑھتا چلا آرہا تھا۔فقاتلھم عمر ابن الخطاب ورھط من المھاجرین حتیٰ اھبطوھم عن الجبل (دلائل النبوۃ بیھقی، خصائص الکبری سیوطی، سیرت حلبیہ)۔...احد کے دن عبدالرحمن بن ابو بکر نے کافروں کی طرف سے چیلنج دیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ مبارزہ کیلئے تیار ہوئے کہ سرکار ﷺ نے روک دیا: شم سیفك وارجع الی مکانك ومتعنابنفسك(مغازی واقدی، سیرت حلبیہ)ابو بکر تلوار نیام میں ڈالو، واپس اپنی جگہ پر آؤ، اور اپنے وجود سے ہمیں (ہمارے دین کو) فائدہ پہنچاؤ۔ قتال مرتدین کے موقع پر حضرت ابو بکر تلوار کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوئے تو حضرت علی گھوڑے کی لگام پکڑ کر روکا اور کہا اے خلیفہ رسول کہاں جاتے ہو؟ میں تمھیں وہی کہوں گا جو تمھیں رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن فرمایا تھا: شم سیفك ولا تفجعنا بنفسك وارجع الی المدینۃ(سیرت حلبیہ) یعنی تلوار نیام میں ڈالئے، ہمیں اپنے سے محروم نہ کیجئے اور مدینہ کی طرف لوٹیں۔

۱۴۔ شیخین کی اہمیت: بدر میں جنگ تو سب نے لڑی مگر رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کے متعلق مشورہ حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے لیا۔ (صحیح مسلم: ۱۷۶۳) احد روانگی سے پہلے رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور ابو بکر و عمر آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ فعمماہ والبساہ۔ تو انہوں نے آپ کو عمامہ باندھا اور زرہ پہنائی۔ (عیون الاثر ۱۴:۲)... جنگ احد کے خاتمے پر دشمن نے آکر تین بار آواز دے کر پوچھا تھا کہ: افی القوم محمد؟ افی القومِ ابنُ ابی قُحافۃ؟ افی القومِ ابنُ الخطاب؟ (صحیح بخاری: ۳۰۴۳، ۳۰۳۹)۔ کیا قوم میں محمد ہے؟ ﷺ۔ کیا قوم میں ابو بکر ہے؟ کیا قوم میں عمر ہے؟... الغرض اپنے پرائے سب جانتے تھے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کیا ہیں؟... متعدد روایات میں حضرت ابو بکر و عمر کو دین کیلئے چشم و گوش بتایا گیا ہے۔ (کنزالعمال: ۳۲۶۷۱)۔ آگے مفصل روایات میں ہے کہ آپ ﷺ دعوت و تعلیم کیلئے صحابہ کو بھیجتے تھے۔ عرض کی گئی کہ ابو بکر و عمر کو کیوں نہیں بھیجتے؟ فرمایا کہ وہ میری ضرورت ہیں کیونکہ وہ دین کیلئے کان اور آنکھ ہیں۔...

۱۵۔ ہجرت حبشہ: حضرت عثمان اپنی اہلیہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اللہ و رسول کے دین کی خاطر حبشہ گئے۔ حبشہ بھی کوئی پھولوں کی سیج نہ تھی۔ حضرت اسماء بنت عمیس بھی گئی تھیں وہ فرماتی ہیں، کنا فی دار اوارض البعداء البعضاء فی الحبشۃ (ہم حبشہ میں اپنوں سے دور اور دشمنوں کے درمیان تھے۔ (بخاری: ۴۲۳۰)۔ ... حضرت عمر اسلام لائے اور آپ کو کعبہ میں تنہا دیکھا تو کافروں نے چڑھائی کر دی، لڑتے رہے یہاں تک کہ سورج سر پر آگیا، اور آپ تھک کر بیٹھ گئے اور وہ سر پر کھڑے تھے تو آپ نے فرمایا جو کر سکتے ہو کرو، اللہ کی قسم اگر ہم ۳۰۰ آدمی ہوتے تو یہ جگہ تم ہمارے لئے چھوڑ جاتے یا ہم تمہارے لئے۔ (فضائل صحابہ، احمد بن حنبل: ۳۲۷، صحیح ابن حبان،

مستدرک حاکم)۔یہ معاملہ عاص بن وائل سہمی نے اچانک پہنچ کر ختم کیا۔راوی حضرت عبداللہ بن عمر قریباً چار سال کے تھے،بخاری شریف(۳۸۶۴۔۳۸۶۵) میں آپ ہی سے ملتا ہے کہ میں مکان کی چھت پر تھا،ہمارا حلیف عاص بن وائل ہمارے گھر آیا اور میرے باپ سے حال پوچھا۔آپ نے فرمایا کہ تیری قوم زعم رکھتی ہے کہ اگر میں اسلام پر رہتا ہوں تو مجھے قتل کردے گی۔اس (دور جاہلیت کے حلیف) نے از خود کہا کہ میں تجھے امان دیتا ہوں۔... یہ امان حضرت عمر نے طلب نہ کی تھی اور یہاں خائف کا لفظ بھی قیاس راوی ہے اور یحیٰی بن سلیمان سے مناکیر ملتی بھی ہیں اور پھر قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول بھی ملتا ہے کہ: فاخاف ان یقتلون۔مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے قتل کردیں گے(سورۃ الشعراء:۱۴۔ سورۃ القصص :۳۳)۔ ففررتُ منکم لما خفتُکم۔میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جب تم سے ڈرا(سورۃ الشعراء:۲۱)۔بہر حال ایسا خوف طبعاً آجانا بہادری کے منافی نہیں اور انہی خوف والوں کو تو سورۃ النور میں (من بعد خوفہم امنا) سے خلافت کا وعدہ ملا تھا۔حضرت عبداللہ بن مسعود (جو بعثت کے وقت تقریباً چار سال کے تھے اور مسلم ششم ہیں وہ) کہتے ہیں کہ جب سے حضرت عمر اسلام لائے ہم ہمیشہ رو بہ غلبہ رہے: مازلنا اعزۃ منذ اسلم عمر (بخاری: ۳۸۶۳)... عروہ بن زبیر نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے پوچھا کہ مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ سے شدید ترین تشدد کیا کیا تھا؟انہوں نے کہا کہ عقبہ بن ابی معیط نبی پاک ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ نماز میں تھے۔اس نے اپنا کپڑا آپ ﷺ کے گلے میں ڈال کر پوری شدت سے آپ کا گلا گھونٹا۔پھر ابو بکر پہنچے اور دشمن کو کندھے سے دبوچا اور الگ کیا۔اور فرمایا: کیا تم ایک شخص کو اس بات پر مارنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔مجمع الزوائد میں حضرت اسماء بنت ابو بکر کی روایت میں ہے کہ: فاتی الصریخ الیٰ ابی بکر۔فقالوا ادرک لصاحبک۔

ابو بکر تک لوگوں کی پکار پہنچی تھی کہ اپنے صاحب کو پہنچ۔(مجمع الزوائد: ۹۸۱۴)۔کلید مناظرہ کے مصنف نے تسلیم کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت ابو بکر صدیق کعبہ میں آپ کی شان بیان خطبہ دے رہے تھے کہ کافروں نے آپ کو اتنا مارا کہ بیہوش ہو گئے اور چہرہ اور ناک میں فرق پتہ نہ چلتا تھا(ص ۱۰۹، ۴۴۹)... مسند بزار میں روایت ہے کہ حضرت علی نے لوگوں سے پوچھا کہ سب سے بڑھ کر شجاع کون ہے؟لوگوں نے کہا: آپ ہیں۔آپ نے فرمایا میرے مقابل جو آیا میں نے اس کا مقابلہ کیا مگر مجھے بتاؤ کہ اشجع الناس کون ہے؟لوگوں نے کہا ہمیں نہیں پتہ، کون ہے؟فرمایا: ابو بکر ہے۔دلیل دی کہ ہم صحابہ نے کہا کہ عریش بدر پر رات رسول اللہ ﷺ کا پہرہ کون دے گا؟کوئی آگے نہ بڑھا سوائے ابو بکر کے۔دوسری دلیل دی کہ رسول اللہ ﷺ کو قریش نے پکڑا ہوا تھا کہ تو نے ہمارے بہت خداؤں کا ایک خدا کر دیا ہے،مار رہے تھے گلا گھونٹ رہے تھے۔فرمایا واللہ ہم سے کوئی آگے نہ بڑھا سوائے ابو بکر کے۔آپ ان سے لڑ رہے تھے اور جھنجھوڑ رہے تھے کہ تم اسی لئے انہیں مارنا چاہتے ہو کہ وہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے۔پھر حضرت علی اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی تر ہو گئی۔پھر قسم دے کر پوچھا کہ مؤمن آل فرعون بہتر ہے یا ابو بکر؟ قوم خاموش رہی تو فرمایا مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟ابو بکر کی ایک ساعت مومن آل فرعون کی عمر بھر سے بہتر ہے۔اس نے اپنا ایمان چھپائے رکھا اور اس نے اپنے ایمان کو علانیہ ظاہر کیا۔(الصواعق المحرقہ، تاریخ الخلفاء۔ کنزالعمال: ۳۵۶۹۰)۔(فتح الباری: ۳۸۵۶ میں کچھ روایت بطور شاہد مذکور ہے۔)

حدیث پاک : اللهم ان تهلك هذه العصابة من اهل الاسلام لا تعبد في الارض۔مسلم: ۴۵۸۸۔

اے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہو گئی تو زمین پر تیری عبادت

نہیں ہو گی۔ سورۃ الانفال:۹ کے تحت مہربانوں کی تفسیر طبرسی، صافی، عیاشی، برہان، المجمع میں امام باقر رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔

اگر اصحابِ بدر نہ ہوتے تو آج زمین پر رب کی پوجا کوئی نہ کرتا۔ ساداتِ صوفیہ نے تبلیغ کا کام بعد میں سنبھالا۔

صحابہ نہ ہوتے تو روئے زمیں پر کہیں بھی خدا کی عبادت نہ ہوتی
یہ مصر اور بغداد، یہ شام و ایراں کہیں مسلموں کی حکومت نہ ہوتی
جہاد، عدل و احساں سے اسلام پھیلا تقیے سے دیں کی اشاعت نہ ہوتی

مشکوٰۃ:۶۰۰۹۔ متفق علیہ۔ باب مناقب صحابہ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ سرکار ﷺ فرماتے ہیں لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ لوگوں کی جماعتیں جہاد کریں گی اور کہیں گی کہ: افیکم من صاحب رسول اللہ ﷺ: کیا تم میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی صحابی ہے؟۔ کہا جائے گا ہاں۔ فیفتح لھم، تو اس سبب انہیں فتح ہو گی۔... پس صحابہ کرام کے وجود ہی اتنے بابرکت تھے کہ ان کے دم قدم سے سرکار ﷺ نے فتوحات وابستہ فرمادیں۔... پھر اُن سے یہ برکتیں تابعین میں آئیں اور پھر تبع تابعین ان برکتوں کے وارث ہوئے۔ اگر صحابہ کرام جنگوں میں بھاگ جانے والے ہوتے تو کیا عرب شام عراق ایران اور مصر کے فتح کرنے والے مخالفینِ صحابہ کے آباؤ اجداد تھے؟

تجلیات صداقت: ص ۱۰۲ پر رافضی نے خلفائے ثلاثہ کے متعلق لکھا کہ: "ثلاثہ کی فتوحات نے اسلام کو بدنام کیا ہے۔ اے کاش یہ لوگ ملکی فتوحات نہ کرتے"۔... شمائل علی: ص ۸ میں ناصبی نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق لکھا کہ: "کشور کشائی اور ملک گیری سے آپ کو نفرت تھی بلکہ سنا ہے کہ زندگی وفا کرتی تو

مسلمانوں کے تمام مفتوحہ علاقے ان کے وارثوں کو واپس فرمادیتے"۔... ہم ان دونوں کی خرافات کے جواب میں صرف ایک حدیث پاک پیش کر دیتے ہیں۔ غزوہ خندق کی کھدائی کے دوران ایک چٹان آڑے آگئی تھی تو سرکار ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے ضرباتِ ثلاثہ لگا کر چٹان کے ٹکڑے کئے تھے اور ایک ضرب مبارک سے ایران کے کسریٰ کے مدائن، اور ایک ضرب مبارک سے قیصر روم کے شہر، اور ایک ضرب مبارک سے حبشہ اور اس کے شہر فتح ہوتے نظر آئے۔ (سنن نسائی: ۳۱۷۶... حیات القلوب باقر مجلسی، ج۴، ص۱۰۲۷۔۱۰۲۸ میں قیصر و کسریٰ، شام وفارس و یمن کا فتح ہونا لکھا ہے)۔ پس سرکار ﷺ کی ان ضربات ثلاثہ سے فتوحات ثلاثہ ہوئیں اور ان ہونے والی فتوحات سے سرکار ﷺ قبل از وقت خوش ہوئے اور پیشگوئیاں فرمائیں تو ان کے متعلق ہمیں کسی کی چوں چاں سننے کی کوئی ضرورت نہیں۔

الحاصل یہ کہ عہد نبوی ﷺ میں تقریباً ۷۳ غزوات و سرایا ملتے ہیں اگر اتنی جنگوں میں کہیں کوئی نامناسب روایت مل بھی جائے تو ان مغفور ہستیوں کا کچھ نہیں جاتا۔ اور ان معاف شدہ لغزشوں کے تلاش کرنے والوں کو ہی نقصان ہوتا ہے جن کو رسول اللہ ﷺ کے یہ شاگرد اچھے نہیں لگتے۔

عبارات دیوبند کے متعلق تاویلات کا ازالہ

(محقق ملت مفتی الطاف حسین تونسوی دامت برکاتہم العالیہ)

قارئین! اکابرین دیوبند کے قلم سے ایسی عبارات و نظریات قرطاس کی زینت بنے ہیں، جنہوں نے ملت اسلامیہ کے قلوب کو مجروح کیا ہے۔ان نظریات سے عوام کو آگاہ کرنے اور ایسے حضرات سے بچنے کی تلقین کے لئے علماء دین و حامیان شرع متین ان کے نظریات سے عوام کو آگاہ کرتے رہتے ہیں۔اس سلسلہ میں ان حضرات کے چالیس نظریات کو عوام کی عدالت میں پیش کیا گیا، جس سے محبان دیوبند کا پریشان ہونا لازمی امر تھا۔اس لئے انہوں نے جوابی کاروائی کرتے ہوئے جواب حاضر ہے کے نام سے کتاب شائع کی۔ہم یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ اس کتاب کے مندرجات پہ علمی تبصرہ احباب کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں۔

امکان کذب کی بحث

علماء دیوبند کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، مفتی کفایت اللہ دہلوی لکھتے ہیں:۔

یہ تعبیر کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے مذکورہ بالا تفصیل کی بناء پر فی حد ذاتہ صحیح ہے۔ (کفایت المفتی ج1 ص76، جولائی 2001، دارالاشاعت، اردو بازار کراچی)

خالد محمود دیوبند لکھتے ہیں:

یاد رکھئے۔ قبائح دو طرح کے ہیں ایک جو عقلا برے ہیں جیسے جھوٹ (بمعنی خلاف صدق) سفہ (بمعنی خلاف حمت) ظلم (بمعنی خلاف عدل) اور بخل (بمعنی خلاف کرم) اور ایک وہ جو بے حیائی کو شامل اور مستلزم تغیر ذات صفات وصفات ہوں۔ پہلے چار تحت قدرت ہیں۔ (مطالعہ بریلویت ج8ص25)

رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:۔

الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص237، مکتبہ رحمانیہ ،اقراء سنٹر ،غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور)

عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں:۔

"اسی کو امکان کذب کہتے ہیں کہ کذب ممکن تو ہے" (تذکرۃ الخلیل ص ۱۴۰)

ان نقل کردہ عبارات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ علماء دیوبند کے نزدیک اللہ رب العزت جھوٹ بول سکتا ہے، لیکن اس کے باجود نظام الدین امروہی لکھتے ہیں:۔

یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ علماء دیوبند اللہ کی جانب جھوٹ کی نسبت کرتے ہیں، حالانکہ یہ محض افتراء اور بہتان ہے، جس کی کسی صاحب ایمان سے توقع نہیں کی جاسکتی۔ (جواب حاضر ہے ص18)

وکیل صفائی کا یہ واویلا ہر گز صائب نہیں۔ اس لئے کہ ہم واضح عبارات نقل کر دی ہیں جو اس بات پہ دال ہیں کہ علماء دیوبند کے نزدیک اللہ رب العزت جھوٹ بول سکت اہے۔ اس لئے کذب وافتراء کا الزام بذات خود کذب وافتراء ہے۔ ثانیا

مفتی صاحب نے قلم کو کچھ جنبش دینے کے بعد خود بھی اس کا اقرار کیا ہے اور لکھا:۔

جہاں تک مسئلہ امکان کذب (اللہ تعالیٰ کی جانب امکان کذب کو منسوب کرنا) کی بات ہے تو اس کے صرف حضرت گنگوہیؒ اور حضرت سہارنپوری ہی قائل نہیں بلکہ تمام اہل السنہ والجماعۃ اشاعرہ وماتریدیہ بھی اس کے قائل ہیں۔

(جواب حاضر ہے ص19)

چند لمحات قبل وکیل صفائی کا قلم اس بات کو قبول کرنے سے انکاری تھا کہ ان کے اکابرین اللہ رب العزت کے لئے کذب کا امکان مانتے ہیں، لیکن کچھ سطور کو اوراق پہ ثبت کرنے کے بعد خود موصوف کا قلم اس عقیدہ شنیعہ کا دفاع کرنے میں مشغول ہو گیا ہے اور وکیل صفائی کے نزدیک یہ عقیدہ محض قوام دیوبند کا ہی نہیں بلکہ جماعت اہل سنت کے پاسبان علماء و محققین نے بھی اس نظریے کا اظہار کیا ہے۔ علماء و محققین کا نظریہ کیا ہے، اس پہ بحث و تمحیص سے قبل ہم اپنے قارئین کی توجہ ایک اہم نقطہ کی طرف مبذول کرائے دیتے ہیں۔ علماء دیوبند کے نزدیک عقائد قطعی ہوتے ہیں اور ان کا اثبات بھی دلائل قطعہ سے ہوتا ہے، چنانچہ خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:۔

عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں۔

(براہین قاطعہ ص55، کتب خانہ امدادیہ دیوبند، یوپی، انڈیا)

سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:۔

عقیدہ کے اثبات کے لئے کوئی قطعی نص یا خبر متواتر وغیرہ درکار ہے۔ یہاں خبر واحد صحیح سے بھی گاڑی نہیں چل سکتی۔ (تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک ص 25، طبع چہاردہم، نومبر 1992، مکتبہ صفدریہ

، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

یہی سرفراز صاحب لکھتے ہیں:۔

عقیدہ قیاس سے ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ خبر واحد سے ثابت ہوتا ہے اس کے لئے قطعی دلیل درکار ہے۔(جو قرآن کریم، خبر متواتر اور اجماع قطعی ہی ہو سکتا ہے)

(عبارات اکابر ص162، طباعت ششم، مئی 1992)

خود وکیل صفائی نظام الدین امروہی صاحب لکھتے ہیں:۔

عقائد کا ثبوت دلیل وطعی سے ہوتا ہے۔ (جواب حاضر ہے، ص 21، مکتبہ دار لعلوم دیوبند، ضلع سہارن پور، یوپی، انڈیا)

اس لئے ان اقتباسات کی روشنی میں چاہئے تو یہ تھا کہ وکیل صفائی دلائل قطعیہ سے استدلال کرتے، مگر وہ اس میں ناکام رہے اور خفت مٹانے کے لئے علماء اشاعریہ وماتریدیہ کا نام لے دیا جبکہ موصوف کے اس مغالطے کا حقیقت سے کچھ علاقہ نہیں۔ تفصیل کے شائق کشف القناع کا مطالعہ کریں۔ اس عقیدہ شنیعہ کی تردید کچھ انصاف پسند علماء دیوبند کے قلم سے منصہ شہود پہ آچکی ہے، چنانچہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں:۔

"خدا تعالی خالق کذب ہو تو ضرور لیکن قولا و عملا کاذب ہونا محال ہے" (الاسلام ص ۳۳)

اشرفعلی تھانوی دیوبندی لکھتا ہے:۔

"حق تعالیٰ کو خالق کل شیء کہنا درست ہے اور خالق الکلاب والخنازیر کہنا بے ادبی ہے۔ چونکہ مسئلہ متنازع فیہا ایسی قبیل سے ہے اس لئے بعد واجب سمجھنے اعتقاد عموم قدرت لکل شئ ممکن و اعتقاد تنزہ عن کل نقیضہ کے خصوص کے

ساتھ انہیں کلام کرنے کو مستحسن نہیں سمجھتا'' (بوادر النوادر ص۲۰۹)

خالد محمود دیوبندی لکھتا ہے:۔

''ہمارے علماء امکان کذب کے لفظ کو ابہام سوء ادب کی وجہ سے بے ضرورت اطلاق کرنے کو منع فرماتے ہیں'' (مطالعہ بریلویت ج۱ ص ۳۳۴)

مصنف الشہاب الثاقب لکھتے ہیں:

''یہ اعتقاد رکھے کہ ممکن ہے کہ خداوند کریم جھوٹ بول دے تو وہ بھی کافر و زندیق ملعون ہے'' (الشہاب الثاقب ص۲۲۶)

فتاویٰ قادریہ میں ہے:۔

فتوی مولوی گنگوہی کا انکی عشری ہونیپر ضرور باطل ہے اور یہہ ان مولویصاحب کی پہلی ہی خطا نہیں بلکہ ان کی عادت ہی ہے اس قسم کے مسائل میں جنکی حقیقت معلوم نہیں ہوتی مگر گہری نظر سے در حقیقت وہ مولویصاحب اہل نظر نہیں ہیں کیونکہ پہلا فتویٰ یہہ دیدیا تھا کہ مرزا قادیانی مرد صالح ہے وہ مرزا جس نے یہہ دعوی کیاہئے کہ اسپر یہ حکم خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے (ہمنے اتارا اس کو قادیان کے قریب) اور پھر یہ فتوی دیا کہ مرا اہل ہوا اور بدعت سے ہے باوجویکہ مرزا حضرت عیسی علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا کہتا ہے (نعوذ باللہ) پھر مولوی صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے اور یہہ مخالف ہے قول اللہ تعالیٰ (کہ اللہ سے زیادہ کوئی سچا نہیں) اور اس مفتی نے ہندوستان میں ظہر بعد جمعہ کو منع کر دیا باوجودیکہ ہندوستان میں شرط سلطان جو حنفیوں نکے نزدیک ضروری ہی نہیں پائی جاتی اور نیز جواز شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کا فتویٰ دیدیا باوجود کہ پہلا فتویٰ اس پر تھا کہ یہ کلمہ شرک ہے اور کفار کیواسطے جواز تعمیر

مساجد کا فتویٰ دیا اور یہ بھی فتویٰ دیا کہ جو مکانات کعبہ کے گرد کے بنائے گئے جنکو مصلی کہتے ہیں وہ بدعت ہیں اور بھی مسائل ہیں جن میں محققین کا راستہ چھوڑ دیا۔ (فتاویٰ قادریہ ص94،95)

علم خداوندی کا انکار

علماء دیوبند کے سرخیل حسین علی دیوبندی لکھتے ہیں :۔

اللہ کو پہلے سے کوئی علم نہیں ہوتا کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے"۔ (بلغۃ الحیران ص۱۵۷-۱۵۸)

ایسے ہی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں :۔

"اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہیے کر لیجیئے یہ اللہ صاحب کی ہی شان ہے" (تقویۃ الایمان ص۲۸)

یعنی اللہ کو ہر وقت علم غیب نہیں ہوتا بلکہ وہ دریافت کرتا ہے "دریافت کرنا" کا مطلب کتب لغت میں یہ لکھا ہے کہ

"کھوج لگانا، پتہ لگانا، ڈھونڈنا، تفتیش یا پوچھ گچھ کر کے معلوم کرنا"

(جہانگیر اردو لغت : ص۷۴۹)

تو دہلوی کی عبارت کا مطلب صاف واضح ہے کہ معاذاللہ ! اللہ تبارک وتعالیٰ کو پہلے سے علم نہیں ہوتا بلکہ وہ اس غیب کے علم کو کسی اور سے پتہ کرتا ہے، کھوج لگاتا ہے ،ڈھونڈتا ہے، پوچھ گچھ کر کے معلوم کرتا ہے معاذاللہ۔ان دونوں عبارات سے ثابت ہوا کہ علماء دیوبند کے نزدیک اللہ رب العزت کو ہر وقت ہر چیز کا علم نہیں ہوتا۔اب بجائے وکیل صفائی اس پہ کچھ دلائل پیش کرتے موصوف نے حسب سابق بہتان کی

رٹ لگاتے ہوئے لکھا:۔

قارئین ! اب غور فرمایئے صاحب تفسیر بلغۃالحیران نے تو محض معتزلہ کا مذہب نقل فرمایا ہے یہ خود ان کا عقیدہ نہیں ہے اور نقل کفر کفر نباشد ایسی صورت حال میں معترض کا مصنف کی طرف اس بات کا انتساب کرنا سراسر بہتان ہے۔

(جواب حاضر ہے ص20)

موصوف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ صاحب بلغۃالحیران کی عبارت میں معتزلہ کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے ، یہ ان کا اپنا عقیدہ ہسر گز نہیں ہے ۔جب یہ تاویل نہیں بلکہ محاورہ کی تحریف ہے ،اس قسم کی رکیک تاویلات سے حقائق کو مسخ ہر گز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ بر تقدیر تسلیم ہمیں صرف اس قدر بتلادیا جائے کہ کیا صاحب تقویۃ الایمان نے بھی معتزلہ کا عقیدہ بیان کیا ہے ؟جب وہاں ایسی کوئی بات نہیں تو یہاں بھی یہ تاویل فائدہ مند نہیں کیونکہ جہاں معتزلہ کا مذہب نقل کرنے کا ذکر موجود ہے وہی پہ یہ عبارت بھی درج ہے :۔

" یہ آیات قرآنیہ اور حدیث کے الفاظ بھی اس مذہب پر منطبق ہیں " (بلغۃالحیران ص۱۵۸)

لیجئے ! اس مقام پہ واضح طور پہ آیات واحادیث کا معتزلہ کے مذہب پہ انطباق تسلیم کیا گیا ہے،اس لئے وکیل صفائی کی یہ تاویل ہر گز درست نہیں۔

شیطان کے علم کو حضور سے زیادہ ماننا

علماء دیوبند کا عقیدہ ہیکہ حضور ﷺ سے شیطان کا علم زیادہ ہے، چنانچہ خلیل احمد انبھیٹوی لکھتے ہیں :۔

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان اور ملک موت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا

فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کے علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ ۵۵)

اس عبارت میں واضح طور پہ شیطان کے علم کی وسعت کو نص سے ثابت مانا ہے جبکہ رسول اللہ کی وسعت علمی پہ موصوف کے نزدیک کوئی نص نہیں،اس عبارت کا مطلب بیان کرتے ہوئے دیوبندی مفتی رقم طراز ہیں:۔

،رہی البراہین قاطعہ کی بات تو وہ اپنی جگہ بجا اور درست ہے کہ شیطان کا علم حضور سے زیادہ ہے سے مراد علم غیر نافع ہے۔(فتاویٰ حقانیہ،ج 1،ص 159)

اب وکیل صفائی اس بدیہی حقیقت کا کچھ یوں انکار کرتے ہیں:۔

اگر بعض جزوی باتوں کا علم ادنی کو ہو اور اعلیٰ کو نہ ہو تو اس کی وجہ سے ادنی کو اعلی سے زیادہ علم والا نہیں کہا جا سکتا ہے۔(جواب حاضر ہے،ص 21)

معاند نے یہاں انتہائی ذہانت سے اپنے سادہ لوح عوام کے اذہان کو مطمئن کرنے کی سعی ناکام کی ہے۔ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے معاند نے براہین کی عبارت کو غور سے دیکھا ہوتا تو یہ تاویل رقم کرنے گریز کرتے۔براہین کی عبارت کچھ یوں ہے:۔

شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کے علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(براہین قاطعہ ۵۵)

اس عبارت سے واضح ہے کہ صاحب براہین قاطعہ کے نزدیک حضور ﷺ کے علم کے متعلق کوئی نص موجود نہیں،اس لئے اس عبارت میں رسول اللہ ﷺ کے علم

کا مطلقا انکار موجود ہے۔دوئم اسے کسی خاص علم کا انکار قرار دینا اس لئے بھی درست نہیں کہ اس عبارت میں اس خاص علم کا تذکرہ بھی مفقود ہے اور ثانیا اس عبارت میں اسم اشارہ بھی موجود نہیں۔لہذا جب یہ عبارت نہ تو کسی خاص علم کے ذکر سے مزین ہے اور نہ اس علم کی طرف اشارہ کرنے والا کوئی لفظ اس میں درج ہے تو وکیل صفائی کا اسے کسی خاص علم کی نفی پہ حمل کرنا انتہائی غیر درست عمل ہے۔اس کے بعد وکیل صفائی نے عبارت مع تشریح درج کی ہے، جس میں عبارت کی تاویل کرتے ہوئے نفی علم سے بعض جزئیات کی نفی مراد لی گئی ہے جس کا ازالہ ہم کر چکے ہیں۔اس کے بعد اس عبارت پہ دوسرا اعتراض یہ ہیکہ جس علم کو رسول اللہ ﷺ کے حق میں شرک بتایا ہے اسی علم کا اثبات شیطان کے لئے کیا ہے،اس کی تاویل کرتے ہوئے وکیل صفائی لکھتے ہیں:۔

براہین قاطعہ میں جس علم کے اثبات کو شرک کہا ہے وہ علم ذاتی ہے اور ذاتی علم کو کسی اور کے لیے ثابت کرنا باتفاق جمہور علماء شرک ہے۔

(جواب حاضر ہے ص22)

ہم صاحب براہین کی عبارت درج کر چکے ہیں،اس عبارت میں واضح ہے کہ جس علم کو حضور ﷺ کے لئے شرک کہا وہی شیطان کے لئے نص سے ثابت تسلیم کیا۔اب موصوف کی تاویل سے یہ مطلب برآور ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے علم ذاتی کا اثبات شرک ہے مگر شیطان کے لئے ثابت ہے اور شیطان کے لئے ذاتی علم غیب مان کر صاحب براہین خود مشرک ثابت ہو گئے۔ہم صرف اتنا ہی عرض کریں گے کہ:۔

؎ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو۔

قارئین! یہ عبارت اس قدر شناعت سے مملو ہیں کہ ممدوحین دیوبند کا قلم بھی ان

کی مذمے کئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ اس براہین قاطعہ وغیرہ کی تردید میں منظر عام پہ آنے والی کتاب تقدیس الوکیل پہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی اور علامہ رحمت اللہ کیرانوی کی تقاریظ موجود ہیں۔ مصنف کتاب نے بھی صاحب براہین کی تکفیر کی ہے، خالد محمود لکھتے ہیں:۔

"میں نے آپ کو بتایا تھا کہ مولوی غلام دستگیر ہوئے تھے اس نے علمائے دیوبند کو جو کافر کہا۔" (مناظرے ومباحثے ص ۱۵۹)

پھر خلیل احمد دیوبندی صاحب جن کا مناظرہ علامہ غلام دستگیر قصوری سے ہوا تھا، وہ خود فرماتے ہیں:۔

"غلام دستگیر از کافرم خواند چراغ کذب را نبود فروغے۔(تذکرۃ الخلیل ص ۱۳۳)

اس کا ترجمہ کچھ یوں دیا ہے کہ "اگر غلام دستگیر نے مجھے کافر کہا تو جھوٹ کے چراغ کو فروغ نہیں ہوتا۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۱۳۳)

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علامہ صاحب کا تعارف بھی علماء دیوبند کے قلم سے پیش کر دیا جائے، تاکہ انہیں اعتراض کی جرات نہ ہو سکے۔۔۔۔۔۔۔۔(جاری ہے)

ایک تصویر کی وضاحت

محمد ممتاز تیمور

قارئین ! جب سے بندہ ناچیز نے تصنیفی میدان میں قدم رکھا ہے علماء دیوبند کی بے چینی عروج پہ ہے۔ یہ بیچارے اس ناچیز کے دلائل کا جواب تو کیا دیں گے ہمہ وقت ذاتیات پر کیچڑ اچھالنے میں مصروف رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان مبتدعین دیوبند کی جانب سے بندہ ناچیز کی ایک گھریلو تصویر کو شائع کیا گیا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ میری گھریلو قسم کی تصویر غلطی سے ہمارے پسر اکبر (جس نے زندگی کی ابھی محض تین بہاریں ہی دیکھیں ہیں) کی جانب سے وٹس ایپ کے سٹیٹس پہ لگی، جسے بندہ ناچیز نے مطلع ہو کر ڈیلیٹ کیا۔ لیکن اس وقت تک احتشام انجم نامی دیوبندی نے اسے دیکھ لیا تھا۔ اس خبیث نے اس حوالہ سے سوال بھی کیا تو میں نے بتلایا کہ تصویر غلطی سے لگی ہے۔ مگر اس شخص نے تصویر کو وائرل کیا، جو اس شخص کے گھٹیا پن کا ثبوت ہے۔ قارئین ! ان حضرات کی بے بسی و گھٹیا پن ہے کہ دلائل کا دینے کی بجائے ایسے گھٹیا حرکات پر اتر آئے ہیں۔ تصویر پر انتہائی مکروہ تبصرہ کیا ہے اور بے پردگی کا طعنہ دیا ہے، جبکہ یہ تصویر ایک عام گھر یلو تصویر ہے، جو ایک بچے کی غلطی سے لگی لیکن دوسری جانب علماء دیوبند کی خواتین کا انتہائی فرومایہ کردار ہے، جسے منظر عام پر لانا بھی بہت کھٹن ہے۔ ہم ہر گز اس موضوع پر

کلام کرنے پہ آمادہ نہیں لیکن اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے یہ میرے لئے باعث افتخار ہے کہ اس ناچیز کی کاوشیں اس قدر موثر تو ہیں ہی کہ ہمارے معائدین نے دلائل سے عاری ہو کر ہماری ذات کو نشانہ بنایا ہے، اور جرم یہی ہے کہ ہم نے ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت اور گستاخان رسالت ﷺ کی بیخ کنی کے لئے قلم کو جنبش دی ہے۔ یہ بات بھی باعث مسرت ہے کہ جب تک اس ناچیز پہ حملے کریں گے تب تک رسول اللہ ﷺ کی ذات ان گستاخان رسالت ﷺ کی زبان و قلم کا موضوع نہیں بنے گی۔ اس کے ساتھ عرض ہیکہ چاہے یہ تصویر غلطی سے لگی ہے مگر ہم صدق دل سے اللہ کے حضور توبہ کرتے ہیں، اور آئندہ اس معاملہ میں احتیاط برتنے کی سعی کریں گے۔ اس سلسلہ میں معاندین نے ہماری اس تصویر کو گھمن صاحب کے دفاع میں پیش کیا ہے، جو ان کی جہالت پہ دال ہے۔ اس لئے اول تو محقق اہلسنت میثم عباس رضوی دامت برکاتہم کی کتاب پہ نہ میری تقریظ ہے اور نہ ہی میں نے کہیں تائید کی ہے۔ ثانیاً گھمن صاحب پہ یہ تبصرہ ان کے اپنوں نے کیا ہے، میثم بھائی نے محض اسے کی ایک جگہ جمع کیا ہے۔ اگر غصہ ہے تو ان حضرات کو اپنے احباب پہ نکالنا چاہیئے، جنہوں نے گھمن صاحب کی عزت کے چھتڑے اڑا دیئے ہیں، ان کے کارناموں کو سرے عام طشت از بام کیا ہے۔ بھرے بازار میں موصوف کو ننگا کر دیا ہے، اس عمل کا ایک غلطی سے شائع شدہ عام سی گھریلو تصویر سے تقابل انتہائی مکروہ ہے۔ کہاں گھمن صاحب کے اعمال جن پہ تبصرہ بھی ان کے اپنوں نے کیا ہے۔ اب جہاں تک بندہ ناچیز کی داڑھی پہ اعتراض ہے تو اس کا جواب میں پہلے بھی دے چکا ہوں کہ طبّی مسئلہ کے سبب میں اس نعمت سے محروم ہوں، کافی دفعہ میں نے اسے رکھنے کی کوشش کی ہے، مگر طبّی مسائل اس عمل کی تکمیل میں رکاوٹ ہیں۔ مگر دشمن کم ظرف اور بے حیاء ہو تو اسے حقائق سمجھ نہیں آتے۔

توسل واستعانت (بولتے حقائق)

محمد ممتاز تیمور

دور حاضر کے گنجلک مسائل میں توسل واستعانت کے مباحث اہمیت کے حامل ہیں ،کیونکہ ان مسائل کی بناءپہ نہ صرف ایک طبقہ کفر وشرک کے فتوے لگاتا ہے بلکہ ان کی جانب سے محض اس بناءپہ قائلین کے قتل کو بھی مباح قرار دیا گیا، لہذا اس کے پیش نظر راقم السطور اس مسئلہ پہ مختصر معروضات اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

مسئلہ کی وضاحت

جمہور اہل اسلام کے نزدیک دعا میں کسی زندہ یا فوت شدہ کا وسیلہ دینا جائز ہے ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کی قبر انور پہ آپ ﷺ سے درخواست کرنا بھی درست امر ہے ۔اس طرح یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ استمداد وغیرہ کے الفاظ اپنے مجازی معنی میں مستعمل ہیں اور ان سے مراد بھی توسل ہی ہے ،علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:۔

غرضیکہ توسل، تشفع، تجوہ،استغاثہ یا حضور نبی اکرم ﷺ سے استغاثہ کرنے یا کسی دوسرے نبی یا کسی نیک شخص سے کرنے کے یہی معنی ہیں جو ہم نے بتائے کہ استغاثہ میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو صرف واسطہ قرار دیا گیا ہے۔اب اگر یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تو وہ اپنی

عقل پر ماتم کرے۔　(شفاء السقام ص217)

حافظ عبد القدوس قارن لکھتے ہیں:۔

اور اگر استعانت سے مراد توسل ہو تو اس کے حضرت شیخ الہند قائل ہیں۔

(اظہار الغرور ص185)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:۔

''یہی حال استعانت و فریاد رسی کا ہے ان کی حقیقت خاص بخدا اور بمعنی وسیلہ و توسل و توسط غیر کے لیے ثابت اور قطعاً روا، بلکہ یہ معنی تو غیر خدا ہی کے لیے خاص ہیں۔''　(برکات الامداد ص ۳)

مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں:۔

توسل کر نہیں سکتے خدا سے　اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

(جاء الحق ص ۲۱۰)

دیوبندی مصنف لکھتے ہیں:۔

''اور بقوت خدا کوئی کسی کا کام کرے اور اس سے استعانت کی جائے تو جائز ہے۔''　(تفسیر بلغۃ الحیران ص ۸)

نیز:۔

''شالا مدد ہووے پیر جیلانی۔''　(بلغۃ الحیران ص ۳۵۴)

ان عبارات کی تاویل بھی دیوبندی حضرات نے بطور توسل کی ہے۔اسی طرح ایک دیوبندی مولوی نے کہا:۔

اے رؤف الرحیم، میرا دامن بھر دو

خالی جھولی میری دیکھیں نہ زمانے والے

اس شعر کی صفائی پیش کرتے ہوئے محشی لکھتا ہے:۔

"یہ فقہا کی زبان میں طلب شفاعت ہے۔" (یادگار خطبات ص ۴۱۷)

لہٰذا استعانت بمعنی توسل ہی ہے اور اگر کسی کو مشکل کشا وغیرہ کہا جاتا ہے تو وہ مجازی طور پہ ہے۔ دیوبندی مفتی کفایت اللہ سے سوال ہوا:۔

"وہ صاحب جو اپنے آپ کو دیوبندی کہتا ہو اور حضور ﷺ کو مجازاً شافی الامراض، دافع بلیات مشکل کشا وغیرہ بذریعہ عام تقاریر ثابت کرتا ہو، ان ہر دو میں سے از روئے شریعت اقتداء کس کی جائز ہے یا کس کو ترجیح دی جائے؟"

تو مفتی صاحب جواباً لکھتے ہیں:۔

"ان امور مذکور کا ثابت کرنا بطور مجاز کے آنحضرت ﷺ کے لیے جائز ہے۔"

(سوانح حیات مولانا غلام اللہ خان ص ۱۹۴)

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کے ایسی مدد جو زندگی میں معجزہ و کرامت کی مد میں ممکن ہے، بعد از وصال بھی ممکن ہے۔ اس لئے کہ معجزہ اور کرامت روح کا فعل ہے اور روح بعد از وصال سب کی سلامت رہتی ہے اس لئے کمال بھی سلامت رہتا ہے، اس لئے مقربین خدا بعد وصال بھی مدد کر سکتے ہیں مگر یہ مدد رب العزت کے اذن سے مشروط ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ دعا اللہ سے ہی کی جائے، ہاں بزرگان دین کے وسیلہ سے

کرنا جائز ہے اور شریعت مطہرہ میں اثبت ہے۔ جس پہ دلائل حسب ذیل ہیں۔

آیات قرآنیہ

آیت نمبر 1

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُواْ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُواْ فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُواْ كَفَرُواْ بِهِ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِينَ O (البقرۃ،۲:۸۹)

"اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس کتاب (تورات) کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس موجود تھی، حالاں کہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان پر اترنے والی کتاب 'قرآن' کے وسیلے سے) کافروں پر فتحیابی (کی دعا) مانگتے تھے، سو جب ان کے پاس وہی نبی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اوپر نازل ہونے والی کتاب 'قرآن' کے ساتھ) تشریف لے آیا جسے وہ (پہلے ہی سے) پہچانتے تھے تو اسی کے منکر ہو گئے، پس (ایسے دانستہ) انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔"

اس آیت کے زیر تحت علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:۔

نزلت فی قریظة علی و النضیر کانوا یستفتحون علی الاوس و الخزرج برسول اللہ ﷺ قبل مبعثه قاله ابن عباس و قتادہ

یہ آیت بنو قریظہ اور بنوں نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ اوس اور خزرج کے خلاف آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح

طلب کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس اور قتادہ نے فرمایا ہے (روح المعانی ج1ص320)

علامہ علاء الدین بغدادی فرماتے ہیں:۔

و ذالك انهم كانو اذا حزنهم امرو دهمهم عدو يقولون اللهم انصرنا بالنبى المبعوث فى آخر الزمان الذى نجد صفته فى التوراة فكانوا ينصرون

جب ان کو کوئی غم زدہ کرنے والا امر پہنچتا یا دشمن ان پہ حملہ آور ہوتا تو وہ کہتے کہ اے اللہ ہماری مدد فرما اس آخر الزماں نبی کے وسیلے سے جس کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں پس ان کی مدد کی جاتی (لباب التأويل في معاني التنزيل، 1 / 65، ج1ص70)

علامہ ابوالبرکات نسفی لکھتے ہیں:۔

مشرکین سے لڑائی کے وقت اس طرح دعاء نصرت مانگتے تھے۔ اللھم انصرنا بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد نعتہ فی التوراۃ۔ اے اللہ تو ہماری مدد فرما۔ اس آخر الزمان نبی ے مبعوث ہونے کی برکت سے جس کی تعریف ہم تورات میں پاتے ہیں۔ (مدارک التنزیل ج1ص172)

امام بغوی رقم طراز ہیں:۔

یہ اس طرح جب کوئی بات انکو غم میں ڈالتی اد شمن ان پر چڑھ دوڑتا تو وہ کہتے یا اللہ ! ہماری اس نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں بھیجے وئی کی برکت سے نصرت فرما جس کا بیان ہم تورات میں پاتے ہیں۔ (تفسیر بغوی ج1ص122)

یہی بات دیگر تفسیر میں بھی موجود ہے۔

(الطبري في جامع البيان، 1 / 23، 325،، والزمخشري في الكشاف، 1 / 164،

وابن الجوزي في زاد المسیر، 114/1، والرازي في التفسیر الکبیر، 180/3، والقرطبی في الجامع لأحکام القرآن، 2 / 27، والبیضاوي في أنوار التنزیل، 1 / 228، وابن حبان الأندلسي في البحر المحیط، 1 / 303، وابن کثیر في تفسیر القرآن العظیم، 116/1، 124، ونظم الدرر في تناسب الآیات والسور، 36/2، والسیوطي في الجلالین: 14، وأبو السعود في إرشاد العقل السلیم، 128/1، وإسماعیل حقي في روح البیان، 179/1، والقاضي ثناء الله في تفسیر المظهري، 1 / 94، والشوکاني فیفتح القدیر، 1 / 112، والآلوسي في تفسیر روح المعاني، 320/1، وتفسیر المنار، 381/1، ومجاهد بن جبیر المخزومی في التفسیر، 83/1)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی عظمت و رفعت کا وسیلہ دینا جائز ہے۔ اس آیت کی تائید میں مندرجہ ذیل حدیث بھی موجود ہے:۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ: كَانَتْ يَهُوْدُ خَيْبَرَ تُقَاتِلُ غَطْفَانَ، فَكُلَّمَا الْتَقَوْا هُزِمَتْ يَهُوْدُ خَيْبَرَ، فَعَاذَتِ الْيَهُوْدُ بِهٰذَا الدعاء: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِی وَعَدْتَنَا أَنْ تُخْرِجَهُ لَنَا فِی آخِرِ الزَّمَانِ، إِلَّا نَصَرْتَنَا عَلَيْهِمْ، قَالَ: فَكَانُوْا إِذَا الْتَقَوْا دَعَوْا بِهٰذَا الدُّعَاءِ فَهَزَمُوْا غَطْفَانَ، فَلَمَّا بُعِثَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وآله وسلم كَفَرُوْا بِهِ، فَأَنْزَلَ اللهُ: وَقَدْ كَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ بِكَ يَا مُحَمَّدُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ

”حضرت عبد اللہ بن عباس رضي الله عنہما نے فرمایا: خیبر کے یہودی غطفان قبیلے سے برسرپیکار رہا کرتے تھے، پس جب بھی دونوں کا سامنا ہوا یہودی شکست کھا گئے۔ پھر یہودیوں نے اس دعا کے ذریعے پناہ مانگی: اے اللہ ہم تجھ سے امی نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے سوال کرتے ہیں جنہیں تو نے آخری زمانہ میں ہمارے لیے بھیجنے کا ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان

کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔ راوی کہتے ہیں : پس جب بھی وہ دشمن کے سامنے آئے تو انہوں نے یہی دعا مانگی اور غطفان (قبیلہ) کو شکست دی۔ لیکن جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معبوث ہوئے تو انہوں نے (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا انکار کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت اتاری : حالانکہ اس سے پہلے وہ خود اے محمد! آپ کے وسیلے سے کافروں پر فتح یابی کی دعا مانگتے تھے۔"۔ (الحاکم في المستدرک، 289/2، الرقم:3042)

۲. وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلاَّ لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُواْ أَنفُسَهُمْ جَآؤُوكَ فَاسْتَغْفَرُواْ اللّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُواْ اللّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًاo (النّساء، 64:4)

"اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناپر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے"

یہ آیت اس بات کی وضاحت کرتی ہے بعد از وصال بھی رسول اللہ ﷺ کی قبر انور پہ جا کر مغفرت کی طلب کی جاسکتی،اس سلسلہ میں معاندین کا یہ کہنا کہ اس آیت کو عموم میں لینادرست نہیں،یہ ان کی خطاء ہے کیونکہ عام حکم کو خاص کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، جسے ہمارے معاندین پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ قبر انور میں حیات ہیں، لہذا یہ حکم باقی ہے۔ پھر اس جگہ مفسرین عظام نے عتبی کے حوالہ سے ایک اعرابی کا مشہور واقعہ لکھا ہے جو بعد از وصال قبر انور پہ آکر طلب

مغفرت کرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج 1 ص 519-520، کتاب الاذکار ج 2 ص 92، تفسیر المدارک ج 1 ص 628)

علامہ سمہودی لکھتے ہیں:۔

وحکایۃ العتبی فی ذلک مشهورۃ و قد حکاها المصنفون فی المناسک من جمیع لمذاهب والمئورخون و کلهم استحسنوها

عتبی کی حکایت اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مورخین نے اس کو ذکر کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے (وفاء الوفا ج 2 ص 411)

۳: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُؤُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ○ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَن يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ○ (المنافقون، ٦٣ : ٥.٦)

"اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے لیے مغفرت طلب فرمائیں تو یہ (منافق گستاخی سے) اپنے سر جھٹک کر پھیر لیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ تکبر کرتے ہوئے (آپ کی خدمت میں آنے سے) گریز کرتے ہیں○ اِن (بدبخت گستاخانِ رسول) کے حق میں برابر ہے کہ آپ اُن کے لیے استغفار کریں یا آپ ان کے لیے استغفار نہ کریں، اللہ ان کو (تو) ہرگز نہیں بخشے گا (کیوں کہ یہ آپ پر طعنہ زنی کرنے والے اور آپ سے بے رخی اور تکبّر کرنے والے لوگ ہیں)۔ بے شک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں

فرماتا

اس آیت میں بھی رسول اللہ ﷺ سے طلب مغفرت کی گفتگو ہے اور منافقین کے اعراض کا تذکرہ ہے۔

۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَابْتَغُواْ إِلَيهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُواْ فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدۃ،۵: ۳۵)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤo"

اس آیت میں وسیلہ کا لفظ مطلق ہے اسے اعمال تک محدود کرنا بغیر کسی دلیل کے ہر گز درست نہیں۔

۵: أُولَـئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا (بنی إسرائیل، ۱۷: ۵۷)

"یہ لوگ جن کی عبادت کرتے ہیں (یعنی ملائکہ، جنّات، عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام وغیر ھم کے بت اور تصویریں بنا کر انہیں پوجتے ہیں) وہ (تو خود ہی) اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں سے (بارگاہِ الٰہی میں) زیادہ مقرّب کون ہے اور (وہ خود) اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور (وہ خود ہی) اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں، بے شک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز

ہے"

احادیث نبویہ

۱۔عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ رضی الله عنه أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم فَقَالَ : ادْعُ اللّٰهَ لِي أَنْ يُعَافِيَنِي. فَقَالَ : إِنْ شِئْتَ أَخَّرْتُ لَكَ وَهُوَ خَيْرٌ. وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ. فَقَالَ : ادْعُهُ. فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوءَهُ وَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ. وَيَدْعُوَبِهَذَا الدعاء : { اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ. يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى. اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لئے خیر وعافیت (یعنی بینائی کے لوٹ آنے) کی دعا فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تو چاہے تو تیرے لئے دعا کو مؤخر کر دوں جو تیرے لئے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو تیرے لئے (ابھی) دعا کر دوں۔ اس نے عرض کیا: (آقا) دعا فرما دیجئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اچھی طرح وضو کرنے اور دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا: یہ دعا کرنا 'اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں نبی رحمت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرتا ہوں تاکہ پوری ہو۔ اے اللہ! میرے حق میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول

فرما۔"(الترمذي في السنن، كتاب: الدعوات عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، باب: في دعاء الضعيف، 5/569، الرقم: 3578، والنسائي في السنن الكبري، 6/168، الرقم: 10494، 10495، وابن ماجه في السنن، كتاب: إقامة الصلاة والسنة فيها، باب: ما جاء في صلاة الحاجة، 1/441، الرقم: 1385، وابن خزيمة في الصحيح، 2/225، الرقم: 1219، وأحمد بن حنبل في المسند، 4/138، الرقم: 17279. 17282، والحاكم في المستدرك، 1/458، 700، 707، الرقم: 1180، 1909، 1929، والطبراني في المعجم الصغير، 1/306، الرقم: 508، وفي المعجم الكبير، 9/30، الرقم: 8311، والبخاري في التاريخ الكبير، 6/209، الرقم: 2192، وعبد بن حميد في المسند، 1/147، الرقم: 379، والنسائي في عمل اليوم والليلة، 1/417، الرقم: 658. 660، والبيهقي في دلائل النبوة، 6/166، والفسوي في المعرفة والتاريخ، 3/294، والمنذري في الترغيب والترهيب، 1/272، الرقم: 1018، وابن تيمية في مجموع الفتاوى، 1/74، والهيثمي في مجمع الزوائد، 2/279)

اس روایت پہ تبصرہ کرتے ہوئے صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:۔

اس حدیث سے صرف زندہ نیک آدمی سے دعا کرانے کا۔اثبات ہوتا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ (توحید اور شرک ص 91)

جبکہ موصوف کی یہ بات درست نہیں کیونکہ حضرت عثمان بن حنیف نے بعد از وصال رسول اللہ ﷺ بھی اس دعا کی ایک شخص کو تلقین کی، حدیث ملاحظہ ہو:۔

۲۔عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ عَمِّهِ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ رضی الله عنه أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَخْتَلِفُ إِلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضی الله عنه فِي حَاجَتِهٍ، فَكَانَ

عُثْمَانُ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِ، وَلَا يَنْظُرُ فِي حَاجَتِهِ، فَلَقِيَ ابْنَ حُنَيْفٍ، فَشَكَى ذَلِكَ إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ بْنُ حُنَيْفٍ: ائْتِ الْمِيضَأَةَ فَتَوَضَّأْ، ثُمَّ ائْتِ الْمَسْجِدَ، فَصَلِّ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قُلْ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیه وآله وسلم، نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّي، فَتَقْضِي لِي حَاجَتِي، وَتَذْكُرُ حَاجَتَكَ، وَرُحْ حَتَّى أَرُوحَ مَعَكَ، فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ فَصَنَعَ مَا قَالَ لَهُ، ثُمَّ أَتَى بَابَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ ص، فَجَاءَ الْبَوَّابُ حَتَّى أَخَذَ بِيَدِهِ، فَأَدْخَلَهُ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ص، فَأَجْلَسَهُ مَعَهُ عَلَى الطِّنْفُسَةِ، فَقَالَ: حَاجَتُكَ، فَذَكَرَ حَاجَتَهُ وَقَضَاهَا لَهُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا ذَكَرْتَ حَاجَتَكَ، حَتَّى كَانَ السَّاعَةَ وَقَالَ: مَا كَانَتْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ فَاذْكُرْهَا، ثُمَّ إِنَّ الرَّجُلَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهِ، فَلَقِيَ عُثْمَانَ بْنَ حُنَيْفٍ، فَقَالَ لَهُ: جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا، مَا كَانَ يَنْظُرُ فِي حَاجَتِي، وَلَا يَلْتَفِتُ إِلَيَّ حَتَّى كَلَّمْتَهُ فِيَّ، فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حُنَيْفٍ: وَاللّٰهِ مَا كَلَّمْتُهُ، وَلَكِنِّي شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وآله وسلم، وَأَتَاهُ ضَرِيرٌ، فَشَكَى إِلَيْهِ ذِهَابَ بَصَرِهِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیه وآله وسلم: فَتَصْبِرُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَيْسَ لِي قَائِدٌ وَقَدْ شَقَّ عَلَيَّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیه وآله وسلم: ائْتِ الْمِيضَأَةَ، فَتَوَضَّأْ، ثُمَّ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ ادْعُ بِهَذِهِ الدَّعَوَاتِ. قَالَ ابْنُ حُنَيْفٍ: فَوَاللّٰهِ، مَا تَفَرَّقْنَا، وَطَالَ بِنَا الْحَدِيْثُ، حَتَّى دَخَلَ عَلَيْنَا الرَّجُلُ كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ ضَرٌّ قَطُّ.

”حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہم اپنے چچا حضرت عثمان بن

حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی ضرورت سے آتا جاتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور اس کی ضرورت پر غور نہ فرماتے تھے۔ وہ شخص (عثمان) بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے اس کی بابت شکایت کی۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: لوٹا لاؤ اور وضو کرو، اس کے بعد مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھو، پھر (یہ دعا) پڑھو: اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی رحمت کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری یہ حاجت پوری فرمادے۔ (یہ دعا پڑھ کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ) اور اپنی حاجت بیان کرو اور جاؤ یہاں تک کہ میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں۔ پس وہ آدمی گیا اور اس نے وہی کیا جو اسے کہا گیا تھا۔ پھر وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا تو دربان نے اس کا ہاتھ تھاما اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے پاس چٹائی پر بٹھایا اور پوچھا: تیری حاجت کیا ہے؟ تو اس نے اپنی حاجت بیان کی اور انہوں نے اسے پورا کیا۔ پھر انہوں نے اس سے کہا: تو نے اپنی اس حاجت کے بارے میں آج تک کیوں نہ بتایا؟ آئندہ تمہاری جو بھی ضرورت ہو مجھے بیان کرو۔ پھر وہ آدمی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلا گیا اور عثمان بن حنیف سے ملا اور ان سے کہا: اللہ آپ کو بہتر جزا دے، اگر آپ میری حاجت میں میری رہنمائی نہ فرماتے تو نہ تو وہ میری حاجت پر غور کرتے اور نہ میری طرف متوجہ ہوتے۔ حضرت

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا یہ میں نے نہیں کہا بلکہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ ایک نابینا آدمی آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی بینائی چلے جانے کا شکوہ کیا، تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: تو صبر کر۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! میرا کوئی خادم نہیں اور مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوٹا لیکر آؤ اور وضو کرو، ابن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! ہم لوگ نہ تو ابھی مجلس سے دور ہوئے اور نہ ہی ہمارے درمیان لمبی گفتگو ہوئی، حتی کہ وہ آدمی ہمارے پاس (اس حالت میں) آیا کہ گویا اسے کوئی اندھا پن ہی نہیں تھا۔" (المعجم الکبیر، 30/9، الرقم: 8311، وفي المعجم الصغير، 1/183، الرقم: 508، وفي الدعاء، 1/ 320، الرقم: 1050، والبيهقي في دلائل النبوة، 6/167، والمنذري في الترغيب والترهيب، 1/32، 274، الرقم: 1018، وقال: والحديث صحيح، والسبكي في شفاء السقام: 125، والهيثمي في مجمع الزوائد، 2/279، والسيوطي في الخصائص الكبرى، 2/201)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ خود راوی کے نزدیک توسل کا تعلق محض دنیا کی زندگی تک محدود نہیں بلکہ بعد از وصال بھی اس سے استشہاد جائز ہے۔

۳۔عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ رضی الله عنه قَالَ : كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما فَخَدِرَتْ رِجْلُهُ فَقُلْتُ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَا لِرِجْلِكَ؟ قَالَ : اجْتَمَعَ عَصَبُهَا مِنْ هَاهُنَا. فَقُلْتُ : أُدْعُ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ. فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ،

فَانْبَسَطَتْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْاَدَبِ وَابْنُ السُّنِّيِّ وَاللَّفْظُ لَهُ.

''حضرت عبد الرحمن بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے کہ ان کا پاؤں سن ہو گیا تو میں نے ان سے عرض کیا: اے ابو عبد الرحمن! آپ کے پاؤں کو کیا ہوا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: یہاں سے میرے پٹھے کھینچ گئے ہیں تو میں نے عرض کیا: تمام لوگوں میں سے جو ہستی آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو اسے یاد کریں، تو انہوں نے یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) کا نعرہ بلند کیا (راوی بیان کرتے ہیں کہ) اسی وقت ان کے اعصاب کھل گئے۔'' (أخرجه البخاري في الأدب المفرد، 1/335، الرقم: 964، وابن الجعد في المسند، 1/369، الرقم: 2539، وابن سعد في الطبقات الكبرى، 4/154، وابن السني في عمل اليوم والليلة، 141. 142، الرقم: 168. 170، 172، والقاضي عياض في الشفا، 1/498، الرقم: 1218، ويحيى بن معين في التاريخ، 4/24، الرقم: 2953، والمناوي في فيض القدير، 1/399، والمزي في تهذيب الكمال، 17/142)

اس کی شرح میں ملا علی قاری رقم طراز ہیں:۔

وكانه رضی الله تعالی عنه قصد به اظهار المحبة فی ضمن الاستغاثه (شرح الشفاء ج2 ص43)

ترجمہ:۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اظہار محبت کے ضمن میں فریاد اور مدد طلب فرمائی۔

۴۔عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ أَوْسِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ : قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ قَحْطًا شَدِيْدًا، فَشَكَوْا إِلَى عَائِشَةَ رضی الله عنها فَقَالَتْ : انْظُرُوْا قَبْرَ

النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم فَاجْعَلُوْا مِنْهُ كُوًى إِلَى السَّمَاءِ، حَتَّى لَا يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ، قَالَ : فَفَعَلُوْا، فَمُطِرْنَا مَطَرًا، حَتَّى نَبَتَ الْعُشْبُ، وَسَمِنَتِ الإِبِلُ، حَتَّى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ، فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ. رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَالْخَطِيْبُ التِّبْرِيْزِيُّ.

”حضرت ابو جوزاء اوس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے، تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (اپنی ناگفتہ بہ حالت کی) شکایت کی۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور (یعنی روضہ اقدس) کے پاس جاؤ اور وہاں سے ایک کھڑکی آسمان کی طرف اس طرح کھولو کہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو بہت زیادہ بارش ہوئی، یہاں تک کہ خوب سبزہ اگ آیا اور اونٹ اتنے موٹے ہو گئے کہ (محسوس ہوتا تھا) جیسے وہ چربی سے پھٹ پڑیں گے لہٰذا اس سال کا نام ہی عَامُ الْفَتْق (پیٹ) پھٹنے کا سال رکھ دیا گیا۔“ (سنن الدارمی، باب: (15): ماأکرم اللہ تعالی نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد موتہ، 1/56، الرقم: 92، والخطیب التبریزي في مشکاۃ المصابیح، 4/400، الرقم: 5950، وابن الجوزي في الوفاء بأحوال المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 2/801، وتقي الدین السبکي في شفاء السقام، 1/128، والقسطلاني في المواھب اللدنیۃ، 4/276، والزرقاني في شرح، 11/150)

:۵۔عَنْ مَالِكٍ الدَّارِ رضى الله عنه قَالَ : أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ

رضی الله عنه، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهِ، اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا، فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيْلَ لَهُ : ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مَسْقِيُّوْنَ وَقُلْ لَهُ : عَلَيْكَ الْكَيْسُ، عَلَيْكَ الْكَيْسُ، فَأَتَى عُمَرَ، فَأَخْبَرَهُ، فَبَكَى عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ : يَا رَبِّ، لَا آلُوْ إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ

”حضرت مالک دار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے تو ایک صحابی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر پر حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ (اللہ تعالیٰ سے) اپنی اُمت کے لئے سیرابی مانگیں کیونکہ وہ (قحط سالی کے باعث) ہلاک ہو گئی ہے تو خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صحابی کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اسے میرا اسلام کہو اور اسے بتاؤ کہ تم سیراب کئے جاؤ گے اور عمر سے (یہ بھی) کہہ دو (دین کے دشمن تمہاری جان لینے کے درپے ہیں ان سے) ہوشیار رہو، ہوشیار رہو۔ پھر وہ صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا: اے اللہ! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر یہ کہ کسی کام میں عاجز ہو جاؤں۔“

(المصنف، 356/6، الرقم: 32002، والبيهقي في دلائل النبوة، 47/7، وابن عبد البر في الاستيعاب، 1149/3، والسبكي في شفاء السقام، 130/1، والهندي في كنز العمال، 431/8، الرقم: 23535، وابن تيمية في اقتضاء الصراط المستقيم، 373/1، وابن كثير في البداية والنهاية، 167/5، وقال: إسناده صحيح، والعسقلاني في الإصابة، 3/

(484

ان روایات سے یہ بات پائیہ ثبوت کو پہنچی کہ توسل واستغاثہ حضور ﷺ سے بعد از وصال بھی جائز ہے۔

توسل سلف صالحین کی نظر میں

امام شافعی سے منقول ہے:۔

انی لا تبرك بابي حنيفة ،واجي الى قبره في كل يوم۔يعني زائرا۔فاذا عرضت لی حاجة صليت ركعتين ،وجئت الى قبره ،وسالت الله تعالیٰ الحاجة عنده ،فما تبعد عنی حتی تقضی

میں امام ابو حنیفہ کی ذات سے برکت حاصل کرتا ہوں اور روزانہ ان کی قبر کی زیارت کے لئے آتا ہوں، جب مجھے کوئی ضرورت اور مشکل پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر پہ آتا ہوں اور وہاں کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ سے حاجت کا سوال کرتا ہوں۔ پس میں وہاں سے نہیں ہٹتا اور میری حاجت پوری ہو جاتی ہے
(تاریخ بغداد ج 1 ص 133)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں:۔
حضرت موسیٰ کاظم کی قبر انور دعا کی قبولیت کے لئے تریاق مجرب ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج 2 ص 932)

غوث اعظم شیخ جیلانی فرماتے ہیں:۔
جو کوئی شخص مصائب اور مشکلات میں مجھے پکارتا ہے اس کی مصیبت اور مشکل فوار دور کر دی جاتی ہے۔ جو شخص مجھے وسیلہ بنا کر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ میرے

وسیلے سے اس کی مشکل حل کر دیتا ہے۔ (زبدۃ الآثار ص115)

یہی قول ملاں علی قاری نے بھی نقل کیا ہے۔ (نزھۃ الخاطر ص79)

ابن جوزیؒ ایک بزرگ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

وقبرۃ ظاھر یتبرك به الناس

اور ان کی قبر سے ظاہر لوگ تبرک حاصل کرتے ہیں۔ (الوفاء ج1 ص44)

امام ابن الحاج جنہیں علماء وہابیہ میلاد کی مخالفت میں پیش کرتے نظر آتے ہیں وہ رقم طراز ہیں:۔

ثم یتوسل باھل تلك المقابر اعنی بالصالحین منھم فی قضاء حوائجه و مغفرۃ ذنوبه

پھر اپنی حاجات کے برآنے اور گناہوں کی مغفرت کے لئے اولیاء کرام کا وسیلہ پیش کرے (المدخل ج1 ص249)

امام خازن فرماتے ہیں:۔

الاستعانۃ بالمخلوق فی دفع الضرر جائز

دکھ اور تکلیف دور کرنے کے لئے اللہ کی مخلوق سے مدد طلب کرنا جائز ہے (تفسیر

خازن ج1 ص21)

توسل اور غیر مقلدین

غیر مقلدین حضرات کے پیشوا اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:۔

اگر یوں کہے کہ یا اللہ کچھ دے شیخ عبد القادر کے واسطے تو بجا ہے۔

(تقویۃ الایمان ص75)

نواب سید صدیق الحسن خان لکھتے ہیں:۔

پھر اللہ تعالیٰ سے حصول مدعا بوسیلہ ان بزرگوں کے چاہے اور جب تک کام نہ ہو مداومت رکھے۔ (کتاب التعویذات ص152)

نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:۔

ھذا اخر ما الھم اللہ خالق الثقلین عبدہ العاجز محمد حسین نذیر عافاہ اللہ فی الدارین بجاہ سید الثقلین (معیار الحق ص419)

اس عبارت میں دوٹوک جاہ کے الفاظ موجود ہیں جو توسل پہ دلالت کرتے ہیں، ان حوالہ جات سے واضح ہوا کہ غیر مقلدین کے پیشوا توسل کے قائل ہی تھے مگر جیسے سعودیہ سے تیل نکلا، ان حضرات نے اپنے عقیدہ تبدیل کرتے ہوئے توسل کی مخالفت

شروع کردی۔

چند شبہات کا ازالہ

شبہ اول

زندہ بزرگوں سے دعا کرانا جائز ہے لیکن فوت شدہ کا وسیلہ درست نہیں

ازالہ:۔

عرض ہے کہ ہمارے معاندی کی یہ تقسیم منگھڑت ہے، جس پہ ان کے پاس کوئی صریح ٹھوس دلیل نہیں۔ پھر ہم نے بعد از وصال وسیلہ بنانے پہ احادیث نبویہ سے ثبوت پیش کر دیا ہے، جس کے بلمقابل اس قسم کے اختراعی خیالات کچھ حثیت نہیں رکھتے۔ دوئم یہ بات ذہن نشین رہے کہ انبیاء آج بھی اپنی قبور میں زندہ ہین، اس لئے ان کا وسیلہ اختیار کرنا درست ہے۔ اس پہ احادیث ملاحظہ ہوں:۔

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی الله عنه قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وآله وسلم : أَكْثِرُوْا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِنَّهُ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَاءِكَةُ، وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا. قَالَ : قُلْتُ : وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ : وَبَعْدَ الْمَوْتِ، إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ

”حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، یہ یوم مشہود (یعنی میری بارگاہ میں فرشتوں کی خصوصی حاضری کا دن) ہے۔ اِس دن فرشتے (خصوصی طور پر کثرت سے میری بارگاہ میں) حاضر ہوتے ہیں، جب

کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اُس کے فارغ ہونے تک اُس کا درود میرے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) اور آپ کے وصال کے بعد (کیا ہوگا)؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں (میری ظاہری) وفات کے بعد بھی (میرے سامنے اسی طرح پیش کیا جائے گا کیوں کہ) اللہ تعالیٰ نے زمین کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اُسے رزق بھی عطا کیا جاتا ہے۔" (خرجہ ابن ماجہ في السنن، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 524/1، الرقم: 1637)

اس روایت کے رواۃ ثقہ ہیں (والمنذري في الترغیب والترھیب، 328/2، الرقم: 2582، والمناوي في فیض القدیر، 87/2، والعجلوني في کشف الخفائ، 190/1، الرقم: 501)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم قَالَ: أَتَیْتُ، (وفی روایة هدّاب:) مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی لَیْلَةَ أُسْرِيَ بِي عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَاءِمٌ یُصَلِّي فِي قَبْرِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالنَّسَاءِيُّ.

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معراج کی شب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، (اور ھدّاب کی ایک روایت کے مطابق) سرخ ٹیلے کے پاس سے میرا گزر ہوا (تو میں نے دیکھا کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے مصروفِ صلاۃ تھے۔

(أخرجہ مسلم في الصحیح، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسی علیہ السلام، 4

/1845، الرقم: 2375، والنسائي في السنن، کتاب قیام اللیل و تطوع النھار، باب ذکر صلاۃ نبی اللہ موسی علیہ السلام، 215/3، الرقم: 161.1632، وأیضًا في السنن الکبری، 419/1، الرقم: 1328)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم: اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاءِ کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں حیات ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں۔“

(أخرجہ أبو یعلی في المسند، 147/6، الرقم: 3425، وابن عدي في الکامل، 2/327، الرقم: 460، والدیلمي في مسند الفردوس، 119/1، الرقم: 403، والعسقلاني في فتح الباري، 487/6، وأیضًا في لسان المیزان، 175/2، 246، الرقم: 787، 1033، والھیثمي في مجمع الزوائد، 211/8، والسیوطي في شرحہ علی سنن النسائي، 110/4، والعظیم آبادي في عون المعبود، 19/6، وقال: وألفت عن ذالک تالیفا سمیتہ: انتباہ الأذکیاء بحیاۃ الأنبیاء، والمناوي في فیض القدیر، 184/3، والشوکاني في نیل الأوطار، 178/5، والزرقاني في شرحہ علی موطأ الإمام مالک، 357/4)

ان تین عدد روایات سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء اپنی قبور ہیں زندہ ہی ں، اس لئے ظاہری وصال کے بعد بھی ان کا وسیلہ درست ہے اور ان سے دعا کی دعا درخواست کرنا

بھی ہر گز شرک نہیں۔

شبہ دوئم

فوت شدگان کا وسیلہ ناجائز ہے،اس پہ پہلی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے حضور ﷺ کا وسیلہ پیش کرنے کی بجائے حضرت عباس کا وسیلہ پیش کیا،جو اس بات کی دلیل ہے کہ فوت شدگان کا وسیلہ جائز ہے۔

ازالہ:۔

قارئین سب سے پہلے مکمل حدیث ملاحظہ کریں:۔

عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی الله عنه كَانَ إِذَا قُحِطُوْا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضی الله عنهما. فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ، إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ: فَيُسْقَوْنَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ.

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کیا کرتے تھے اور (بارگاہِ الٰہی میں) یوں عرض کرتے: اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنایا کرتے تھے اور تُو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں. پس ہم پر بارش برسا۔ راوی نے بیان کیا پس ان پر بارش برسا دی جاتی۔“

(أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الاستسقاء، باب: سُؤَالِ النَّاسِ الإمام الاستسقاء إِذا قحطوا، 1 / 342، الرقم: 964، وفي كتاب: فضائل الصحابة، باب: ذكر

العبّاسِ بن عَبدِ المُطّلِبِ رضي الله عنهما، 1360/3، الرقم: 3507، وابن خزيمة في الصحيح، 337/2، الرقم: 1421، وابن حبان في الصحيح، 110/7، الرقم: 2861، والطبراني في المعجم الأوسط، 49/3، الرقم: 2437، والبيهقي في السنن الكبرى، 3 / 352، الرقم: 6220، والشيباني في الآحاد والمثاني، 1 / 270، الرقم: 351، واللالكائي في كرامات الأولياء، 1 / 135، الرقم: 87، وابن عبد البر في الاستيعاب، 2 / 814، وابن جرير الطبري في تاريخ الأمم والملوک، 433/4)

اس مکمل روایت میں ایک ایسا لفظ بھی موجود نہیں جو ہمارے معاندین کے مدعا پہ دلالت کرے، جبکہ اس کے برعکس کنا نتوسل کے الفاظ ماضی استمراری کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں، جس سے اس فعل کا گزشتہ زمانہ میں ہمیشہ جاری رہنا ثابت ہوتا ہے۔ جس سے حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہری سے لیکر اب تک حضور ﷺ کا وسیلہ پیش کرتے آئے ہیں، آج ہم بالواسطہ حضرت عباس رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں اور اس سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ غیر نبی کا وسیلہ بھی جائز ہے۔

شبہ سوئم

شاہ ولی اللہ نے اسے البلاغ المبین میں ناجائز فرمایا ہے

ازالہ:۔ قارئین! زبان اور قلم کے تضاد کی اس عبرتناک داستان کو ملاحظہ کیجئے کہ جو ہر حضرات ہر وقت صرف کتاب وسنت پہ اکتفاء کی بات کرتے ہیں وہ آج غیر معصوم حضرات کے غیر معصوم اقوال سے استدلال کرتے نظر آتے ہیں، پھر یہ کتاب شاہ ولی اللہ

رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں بلکہ ان سے منسوب ہے۔ دوئم موصوف نے شاہ صاحب کو بطور دلیل پیش کر ہی دیا ہے تو ہم آگے چل کر شاہ صاحب کے چند اقوال پیش کریں گے، جن سے امید ہے کہ موصوف اتفاق کریں گے اور اختلاف کریں تو ہمارے قارئین پہ واضح ہو جائے گا کہ یہ حضرات محض خواہش نفس کے پیروکار ہیں۔

شبہ چہارم

امام ابو حنیفہ نے بھی اس عمل کی مذمت کی ہے

ازالہ:۔ اس جگہ ہمارے معاند نے بشیر قنوجی کی کتاب کا حوالہ دیا ہے جنہوں نے غرائب فی تحقیق المذاہب نامی کتاب سے اسے نقل کیا ہے، جبکہ یہ کتاب غریب اور غیر متداول ہے، جس کے متعلق فقہاء کا فیصلہ ہے:۔

لا یحل الافتاء من الکتب الغریبۃ

کتب غریب سے فتویٰ دینا حلال نہیں (رسائل ابن نجیم ص 195)

شبہ پنجم

علامہ آلوسی حنفی نے بھی اس کی مخالفت کی ہے

ازالہ:۔ یہ بات بھی درست نہیں، اس لئے کہ اسی تفسیر روح المعانی میں وسیلہ کے جواز پہ عبارات بھی موجود ہیں:۔

انا لا اری باسا فی التوسل الی اللہ تعالیٰ بجاہ النبی ﷺ حیا و میتا

میرے نزدیک اللہ رب العزت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کے وسیلہ سے آپ

ﷺ کی زندگی یا بعد وصال دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(تفسیر روح المعانی28/6)

اس لئے وسیلہ کے عدم جواز پہ موجود عبارت الحاقی ہے جو کہ نعمان آلوسی صاحب کی مہربانی ہے، موصوف وہابی نظریات سے متاثر تھے۔

شبہ ششم

نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا جائز ہے مگر ذوات کا وسیلہ درست نہیں اور جن دو آیات میں وسیلہ کا لفظ آیا ہے ان میں یہی وسیلہ مراد ہے

ازالہ:۔وہابی حضرات کا بلا دلیل محض قیاس فاسد کی بناء پہ توسل بالذاوات کو ناجائز کہنا ہر گز درست نہیں اور نہ ہی ان آیت کی تخصیص پہ کوئی صریح دلیل ان کے پاس ہے ۔پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاللّٰہُ خَلَقَکُم وَمَا تَعمَلُونَ (۹۶:الصافات)

اللہ نے ہی تمہیں اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اسے پیدا کیا ہے

اس آیت مبارکہ سے واضح ہوا کہ انسان کی ذات بھی مخلوق ہے اور اعمال بھی مخلوق ہی کا درجہ رکھتے ہیں، لہذا ایک مخلوق کے وسیلہ کو جائز قرار دینے کے بعد دوسرے کو محض قیاس کی بناء پہ ناجائز نہیں کہا جا سکتا، اس کے لئے لیل کی حاجت ہے۔

حضرت عائشہ کا انس ناز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے کی گردن پر اپنا دست اقدس رکھا ہوا ہے اور ایک آدمی سے کلام فرما رہے ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے دحیہ کلبی کے گھوڑے کی گردن پر اپنا دست اقدس رکھا ہوا ہے اور ان سے کلام فرما رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے یہ منظر دیکھا؟ آپ نے عرض کہا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ جبریل علیہ السلام تھے اور وہ تجھے سلام پیش کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اور ان پر بھی سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہوں، اور اللہ تعالیٰ دوست اور مہمان کو جزائے خیر عطا فرمائے، پس کتنا ہی اچھا دوست (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس) اور کتنا ہی اچھا مہمان (حضرت جبریل علیہ السلام) ہیں۔'' اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشگوار حالت میں دیکھا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے میرے حق میں دعا فرمائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! عائشہ کے اگلے پچھلے، ظاہری و باطنی، تمام گناہ معاف فرما (ایسا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازرائے مزاح فرمایا) یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اتنی ہنسیں یہاں

تک کہ ان کا سر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں آپڑا (یعنی ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئیں) اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میری دعا تمہیں اچھی لگی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کی دعا مجھے اچھی نہ لگے، پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک ہر نماز میں میری یہ دعا میری امت کیلئے خاص ہے۔" اس حدیث کو امام ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ (جاری)